قسط نمبر 39

وہی ہوں میں، میرا دل بھی وہی، جنوں بھی وہی
کسی پہ تیر چلے جاں فگار اپنی ہو
یہی ہے فن کا تقاضا، یہی مزاج اپنا
متاع درد سب ہی پر نثار اپنی ہو

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

لالہ رخ امجد خان کی مدد سے شہر آ گئی تھی سکندر لالہ رخ سے مل کر جلد ہی نکاح کر لیتا ہے اور اس کے سنگ خوشیوں سے بھرپور زندگی کا آغاز کرتا ہے اسی دوران لالہ رخ کی ماں بھی دنیا چھوڑ گئی لیکن ہمایوں اور باپ کے خوف سے لالہ رخ اس کے آخری دیدار سے محروم تھی۔ سکندر کی یہ بے وفائی افشاں کو مضطرب کیے رکھتی ہے ایسے میں صبوحی اسے ضیاء کے پرپوزل پر آمادہ کرتی ہے جبکہ سکندر افشاں کی محبت کا جان کر حیران رہ جاتا ہے۔ دوسری طرف افشاں سکندر کے سمجھانے پر ضیاء سے شادی پر آمادہ ہو جاتی ہے جلد ہی وہ لوگ بیرون ملک شفٹ ہو جاتے ہیں جہاں ایک نئی زندگی ان کی منتظر تھی۔ لالہ رخ اور سکندر کی زندگی بچوں کی آمد کے بعد مزید خوشگوار ہوگئی تھی ایسے میں حیات علی سکندر سے ملنے آئے تھے لیکن وہ انہیں باپ کا درجہ دینے پر رضامند نہیں تھا۔ حیات علی لالہ رخ سے ملے بغیر افسردہ سے واپس لوٹ آتے ہیں۔ گزرتے ماہ و سال میں بہت سی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں لیکن لالہ رخ ہمایوں کو لے کر اکثر خوف زدہ رہتی ہے اور اس کا خوف جلد ہی یقین میں بدل جاتا ہے جب وہ لالہ رخ کے سامنے آ کر اسے ہراساں کر دیتا ہے۔

شاہ زیب مہر النساء بیگم کے ساتھ رابعہ کے گھر والوں سے ملتے ہیں، اپنے بیٹے عباس کے لیے ان لوگوں کو رابعہ بہت پسند آتی ہے جبکہ مصروفیات کی بناء پر فیضان ان سے ملنے سے محروم رہتے ہیں۔

شہوار انا کی تمام سچائی مصطفیٰ کو بتا کر اسے حیران کر دیتی ہے مصطفیٰ کے لیے حالات کو سنبھالنا اب کافی دشوار ہوتا ہے پھر بھی وہ ولید کو انا کی تمام سچائی سے آگاہ کرتا ہے۔ مصطفیٰ کی زبانی یہ حقائق جان کر ولید شاکڈ رہ جاتا ہے، اسے انا سے اس بے وقوفی کی قطعاً امید نہیں تھی۔ دوسری طرف حماد کی فیملی بھی جلد از جلد انا کو اپنی بہو بنانا چاہتی ہے ایسے میں سخت طیش کے عالم میں ولید کا ہاتھ انا پر اٹھ جاتا ہے جبکہ انا تمام صورتحال سے بے خبر دنگ رہ جاتی ہے۔

شہوار لائبہ بھابی کے ساتھ ہسپتال پہنچتی ہے ایسے میں دریہ ایاز کو اس کی وہاں موجودگی کا بتا کر سازش کرنے میں کامیاب ٹھہرتی ہے یاز گن پوائنٹ پر شہوار کو زبردستی اپنے ساتھ لے جانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)



لالہ رخ ساکت سی کھڑی تھی اس کے بس لب ہلے تھے۔

''ہمایوں۔'' ہمایوں ایک دم دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تھا۔

محترم قارئین

اگر آپ کو ہماری یہ کتاب اچھی لگے تو ہماری حوصلہ افزائی کے لیے

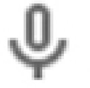
Google پر جا کر Urdu Books سرچ کر کے ہماری ویب سائٹ

www.urdusoftbooks.com کو ایک مرتبہ وِزٹ کر لیں

اگر آپ کو ہماری ویب سائٹ Google کے پہلے پیج پر نظر نہ آئے تو

دوسرے یا تیسرے پیج پر چیک کر لیں،

وہاں آپ کو مزید اچھی کُتب ڈاؤن لوڈ کرنے کو ملیں گی۔ شُکریہ

Google | urdu books  

Web | Images | Books | Videos | News | More | Search tools

Page 2 of about 17,100,000 results (0.24 seconds)

Urdu Books - Pakistan Browse
www.bizbrowse.com/**books**/
The largest selection of **Urdu** literature online, **Urdu** afsaney, short stories, novels, free **books**, introduction of new **books**, mazamin of new writers and more... no ...

Urdu Islamic Books - Quran Urdu
www.quran**urdu**.com/**books**/**urdu_books**/
Deenyaat دینیات. Kitaab-us-Soum کتاب الصوم. Tauheed aur Rasaalat توحید اور رسالت.
Salamti ka Rasta سلامتی کا راستہ. Islam aur Jahiliat اسلام اور جاہلیت.

Urdu Books | PDF Books | Urdu Novels | Islamic Books ...
www.**urdu**soft**books**.com/
Download or read online **Urdu Books**, PDF Books, Urdu Novels, Islamic Books, Computer Books, English to Urdu Dictionary, Free Urdu Digest at ...

Urdu Books
www.islamic**books**tore.com/arabic-**urdu-urdu-books**.html
Urdu books below are arranged according to subject: UB = Urdu Biographies/History; UH = Urdu Hadith; UQ = Urdu Qur'an; UE = Ebadat et al; UT = Urdu ...

لالہ رخ لڑکھڑا کر پیچھے ہٹی۔ اس نے خوفزدہ ہو کر ہمایوں کو دیکھا تھا۔

''ہاں میں۔'' ہمایوں نے اسے دیکھ کر اطراف میں دیکھا تھا۔

''تو تم یہاں چھپی بیٹھی تھی۔'' گھر کو اس نے حقارت بھری نگاہوں سے دیکھا۔

''نکل جاؤ یہاں سے..... دفع ہو جاؤ۔''

لالہ رخ نے بمشکل خود کو سنبھالتے نفرت سے کہا جواباً وہ قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔

''اتنی آسانی سے اب نہیں نکلوں گا، اب تم دیکھو میں کیا کیا کرتا ہوں۔'' بڑی مکروہ ہنسی تھی اس کی' لالہ رخ کے چہرے پر ایک دم تکلیف کی کیفیت پیدا ہوئی تھی۔

''بہت چھپ لیا تم نے تمہارا یہ چوہے بلی والا کھیل ختم۔ ایک عرصے سے تمہیں تلاش کر رہا تھا آخر کار تمہیں ڈھونڈ ہی لیا۔''

''خدا کا واسطہ ہے جان چھوڑ دو میری، سب کچھ چھوڑ کر آ گئی تھی میں سب کچھ تم لوگوں کے حوالے کر کے اب کیوں میرا پیچھا کر رہے ہو۔''

''چھوڑ تو آئی تھی لیکن اصل کاغذات تم ساتھ لائی تھیں، تمہارا کیا بھروسہ تم کب ہمارے خلاف اٹھ کھڑی ہو ہم سارے کام پرا پر کرتے ہیں اپنے لیے کوئی رسک نہیں چھوڑتے۔''

''تو اب کیا چاہتے ہو۔''

''اصل کاغذات ہمارے حوالے کر دو۔''

''میرے پاس کوئی کاغذات نہیں ہیں۔''

''قربان جاؤں تمہاری اس حسین صورت پر' تم نے کہا اور میں نے مان لیا یہ کبھی ہو ہی نہیں سکتا۔'' لالہ رخ نے لب بھینچ لیے تھے۔

''آرام سے اصل کاغذات میرے حوالے کر دو ورنہ۔'' وہ نفرت سے چیخا اور لالہ رخ کو بازو سے تھام کر خود سے قریب کیا تھا۔ لالہ رخ کی ایک چیخ نکلی تھی۔

''چھوڑو مجھے..... چھوڑو۔'' وہ چیخ رہی تھی لیکن ہمایوں پر کوئی اثر نہ تھا۔

''ہمایوں پلیز چھوڑ دو میرے پاس کوئی کاغذات نہیں ہیں میں سچ کہہ رہی ہوں۔''

وہ شدت سے گڑگڑا رہی تھی لیکن اس وقت ہمایوں ایک وحشی انسان بنا ہوا تھا جس پر اس کی پکار کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔

''ٹھیک ہے کاغذات نہیں تو ہمارے ساتھ جائے گی۔'' اس نے لالہ رخ کو باہر کی طرف دھکیلنا شروع کر دیا لالہ رخ ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہی تھی۔

چند سالہ عیسیٰ ماں کی چیخ و پکار سن کر اٹھ گیا تھا، وہ بھاگ کر باہر آیا لیکن ماں اور ایک اجنبی مرد کو دیکھ کر وہ وہیں سہم کر کھڑا ہو گیا تھا۔

ہمایوں اسے لے کر باہر دروازے کی طرف بڑھا تھا لیکن لالہ رخ نے بچاؤ کی کوئی صورت نہ پا کر ہمایوں کے ہاتھوں پر دانت گاڑھ دیے۔

جیسے ہی ہمایوں کی گرفت ڈھیلی پڑی وہ بھاگی اور ننھے عیسیٰ کو کمرے میں دھکیل کر اس نے دروازہ بند کر کے کنڈی لگائی تھی۔ دروازے کے ساتھ لگی وہ تھر تھر کانپ رہی تھی۔

ننھا عیسٰی حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ باہر موجود ہمایوں زور زور سے دروازے کو ٹھوکریں مارتے مغلظات بھی بک رہا تھا اور پھر باہر کچھ شور سنائی دیا شاید افشاں آ گئی تھی۔ ہمایوں اسے دھمکیاں دیتا بھاگ گیا تھا۔

لالہ رخ نے گم صم کھڑے سہمے سے بیٹے کو ایک دم کھینچ کر سینے سے چمٹا لیا تھا۔ کچھ دیر بعد گھر میں افشاں اور دیگر لوگوں کے بولنے کی آوازیں گونجنے لگیں اور پھر دروازے پر دستک ہوئی تھی۔

''لالہ دروازہ کھولو، میں ہوں افشاں، پلیز دروازہ کھولو۔'' لالہ رخ کے وجود میں گویا زندگی کی لہر سی دوڑ گئی۔ اس نے عیسٰی کو خود سے جدا کرتے دروازہ کھولا تھا۔

افشاں' خالہ بی اور ضیاء پریشان کھڑے تھے، لالہ رخ بے اختیار روتے ہوئے افشاں کے گلے لگی تھی۔

''وہ آیا تھا افشاں، وہ مجھے زبردستی ساتھ لے جانا چاہتا تھا اس نے مجھے ڈھونڈ لیا وہ اب ہمیں نہیں چھوڑے گا، ہمایوں آ گیا افشاں۔''

وہ ازحد خوفزدہ ہونے کے ساتھ شدت سے رو رہی تھی، سبھی نے اسے پرسکون ہونے دیا پھر خالہ بی نے پانی لا کر پلایا تھا۔

''جب ہم گھر میں داخل ہوئے تو وہ دروازے کو پیٹ رہا تھا ہمیں اندازہ نہیں تھا کہ وہ ہمایوں ہوگا وہ تو دھمکیاں دیتا نکل گیا ہمیں دیکھ کر۔'' خالہ بی حیرت سے بتا رہی تھیں۔

''یہ تو بہت برا ہوا...... بہت برا وہ اب پیچھا نہیں چھوڑے گا۔'' افشاں بھی پریشان ہوگئی تھی۔

ایسے کریمنل شخص کا بس ایک ہی حل ہے پولیس میں رپورٹ کرا دیتے ہیں ایک شخص کے خوف میں بھلا ہم کب تک پابند رہ کر جی سکتے ہیں۔'' ضیاء نے کہا تو افشاں نے اسے دیکھا تھا۔

''کوئی فائدہ نہیں ہوگا ایک بار بابا نے بھی میرے باپ کے خلاف رپورٹ لکھوائی تھی جواباً میرے باپ نے ان پولیس والوں کو ہی خرید کر رپورٹ غائب کرا دی تھی۔ ہمایوں تو پھر میرے باپ سے چھی دو ہاتھ آگے ہے۔''

کوئی حل تو نکالنا ہوگا، ایسے بھلا کب تک ایک خوف کے عالم میں زندگی گزاری جاسکتی ہے، میں سکندر سے رابطہ کرتا ہوں وہ آتا ہے تو دیکھتے ہیں کیا کرنا ہے۔''

ضیا نے کہا جبکہ لالہ رخ اسی طرح گم صم بیٹھی رہی تھی۔

عیسٰی ماں کو روتے دیکھ کر خود بھی رونے لگ گیا جسے ضیاء نے اٹھا لیا تھا۔

''ہمارا عیسٰی تو بہت ہی بہادر بچہ ہے اور بہادر بچے نہیں روتے۔'' وہ پچکارتے ہوئے عیسٰی کو لے کر باہر نکل گیا تھا۔ جبکہ پیچھے روتی، سسکتی، لالہ رخ کو افشاں نے گلے لگا کر دلاسہ دینے کی کوشش کی تھی۔



''نفرت محسوس ہو رہی ہے مجھے تم سے۔'' ولید کے الفاظ پر انا ایک دم اپنی جگہ جم سی گئی تھی۔ ولید نے اس کے منہ سے اپنا ہاتھ ہٹا لیا تھا۔

''تم جو کچھ کر چکی ہو اور جو کر رہی ہو، سب سوچ کر دل چاہ رہا ہے کہ تمہیں ایک سیکنڈ میں شوٹ کر دوں۔'' وہ غرایا تھا۔ وہ انا کی طرف عجیب سرد انداز میں دیکھ رہا تھا۔

''بتاؤ کیوں کیا تم نے ایسا، بتاؤ؟'' وہ انا کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر چیخا جبکہ انا ازحد خوفزدہ ہو چکی تھی۔ اس نے ولید کو کبھی اس روپ میں نہیں دیکھا تھا۔

ولید کا مہربان، ہمدرد اور دوستانہ رویہ ہمیشہ اس کے سامنے رہا تھا۔ اس وقت وہ ولید کی بجائے کوئی اور ہی شخص

لگ رہا تھا۔
''لیکن تم کیا بتاؤ گی، تمہاری شکی فطرت نے تمہیں کہیں کا نہ چھوڑا، جی چاہ رہا ہے کہ تمہیں تہس نہس کرنے میں ایک سیکنڈ نہ لگاؤں۔'' وہ بول نہیں پھنکار رہا تھا۔ انا نے سختی سے آنکھیں میچ لیں۔
ولید نے اسے دیکھا کچھ کہنا چاہا تھا اس کے لرزتے وجود اور بند آنکھوں کو دیکھ کر نفی میں سر ہلاتے اس نے بہت نفرت سے انا کو دیکھا تھا۔
اس نے لب کھولے اور پھر بھینچ کر انا کو دیوار کی طرف دھکیلتے تیزی سے کمرے سے نکل گیا تھا۔
انا نے ایک دم آنکھیں کھول کر سکتے کی کیفیت میں ولید کو جاتے دیکھا تھا۔ ولید کمرے سے نکلا تو وہ بھی گھٹنوں کے بل زمین پر گر کر سسک اٹھی تھی۔



ضیاء نے سکندر کو بلایا اور سکندر چلا آیا تھا، ساری صورت حال سن کر وہ بھی پریشان ہوا تاہم لالہ رخ کی طرح اس نے حوصلہ نہیں ہارا تھا۔
''لالہ رخ نے جتنا بھاگنا تھا بھاگ لیا، وہ شخص اب جو بھی کرے گا میں دیکھ لوں گا، جو زمین جائیداد لالہ رخ کی ہے وہ اسی کی رہے گی وہ کسی کے حوالے نہیں کرے گی یہ میری بیوی ہے اس کی حفاظت اب میری ذمہ داری ہے۔'' سکندر کا انداز حتمی تھا۔
''تو پھر میرا مشورہ مانو پولیس کو رپورٹ لکھوادو، ایسے لوگوں کا بس یہی حل ہے ہماری کچھ دن بعد کی فلائٹ ہے ہم چلے جائیں گے اور پھر ہمارے بعد تم دونوں کیسے تنہا ان لوگوں سے نبٹو گے۔'' ضیا نے مشورہ دیا تھا۔
''ہاں میں نے بھی یہی سوچا ہے لیکن اس سے پہلے میں ایک بار ہمایوں سے ضرور ملوں گا۔'' سکندر کا انداز اٹل تھا۔
''نہیں آپ کسی سے نہیں ملیں گے، آپ کو نہیں علم وہ شخص کتنا گھٹیا ہے دولت کے لالچ میں وہ کس حد تک جاسکتا ہے کوئی نہیں جان سکتا۔'' لالہ رخ ایک دم انکاری ہوئی تھی۔ سکندر نے خاموشی سے لالہ رخ کو دیکھا تھا۔
''میں نے سوچ لیا ہے اس کے حوالے سارے کاغذات کردوں گی۔''
''تم ایسا نہیں کرو گی، اس جائیداد پر تمہارا حق ہے وہ شخص کاغذات لے کر بھی خاموش نہیں بیٹھے گا۔ وہ اگر تم تک پہنچا ہے تو کچھ سوچ کر ہی آیا ہوگا، وہ اتنی آسانی سے نہیں ٹلنے والا۔'' سکندر نے آرام وسکون سے لالہ رخ کو سمجھانا چاہا تھا۔
''تم دونوں میرا مشورہ مانو گے۔'' کب کی خاموش بیٹھی افشاں نے کہا سبھی نے اسے دیکھا۔
''تم لوگوں کا گھر تقریباً مکمل ہو چکا ہے، ہر چیز ریڈی ہے تم لوگ ایسا کرو وہاں شفٹ ہوجاؤ، کچھ دن گزرنے دو اگر ہمایوں نے پھر ادھر کا رخ کیا یا پیچھا کیا تو پھر پولیس کی مدد لی جاسکتی ہے۔''
''افشاں بیٹی ٹھیک کہہ رہی ہے، ہمایوں کو نئے گھر کا علم نہیں ہوگا، تم لوگ سہولت سے وہاں رہ سکتے ہو۔'' خالہ بی نے بھی مشورہ دیا تھا۔
سکندر اور لالہ رخ نے سنجیدگی سے سوچنا شروع کردیا تھا۔
ابھی اس گھر میں فرنیچر، کراکری بہت ساری چیزوں کی کمی تھی لیکن اگلے دن وہ لوگ بہت خاموشی سے وہاں شفٹ ہوگئے تھے۔
ضیاء اور افشاں واپسی کی تیاریاں کررہے تھے۔ کچھ دن بعد ان کی فلائٹ تھی۔

نئے گھر میں آئے ان کو دو دن ہو گئے تھے۔ بظاہر سب ٹھیک تھا لیکن نجانے کیوں لالہ رخ کے دل میں عجب سا خوف بیٹھ گیا تھا سکندر آج کل اسی شہر میں تھا اس نے کچھ ماہ سے کاروبار الگ کرلیا تھا اب وہ خود ہی ایک شہر سے دوسرے شہر مال ڈیلور کرنے جاتا تھا۔

حسب معمول وہ اس صبح گھر سے نکلا کیونکہ آج اسے دوسرے شہر جانا تھا وہ لالہ رخ کو اچھی طرح سمجھا بجھا کر نکلا تھا لالہ رخ اگر نئے گھر میں خوف محسوس کرے تو وہ بچوں کو لے کر خالہ بی کے ہاں چلی جائے سکندر کو اگلے دن واپس آنا تھا۔

لالہ رخ سارا دن گھر کے کاموں میں مصروف رہی تھی۔ دوپہر ڈھلی تو اس کے گھر کے دروازے پر دستک ہوئی۔ وہ یہی سمجھی کہ افشاں یا ضیاء میں سے کوئی ہوگا۔

یہ سوچ کر اس نے دروازہ کھولا لیکن وہاں اجنبی شخص کو دیکھ کر چونک گئی۔

''یہ آپ کے لیے خط ہے۔'' اجنبی نے ایک بند لفافہ اسے تھما کر چلا گیا، لالہ رخ لفافہ پکڑے اندر آ گئی تھی۔

اس نے لفافہ چاک کیا اندر جو تحریر درج تھی وہ پڑھ کر لالہ رخ ایک دم ساکت رہ گئی۔

''تمہارا شوہر ہمارے پاس ہے اگر اس کی زندگی چاہتی ہو تو چپ چاپ بغیر پولیس کو اطلاع کیے اس خط کے آخر میں درج پتے پر پہنچ جاؤ ورنہ رات تک تمہیں اپنے شوہر کی لاش ملے گی اور ہاں تمام کاروبار اور جائیداد کے اصل کاغذات لانا مت بھولنا ورنہ تمہارا شوہر بے قصور مارا جائے گا۔''

ہمایوں

لالہ رخ نے کئی بار خط الٹ پلٹ کر دیکھا۔ خط کے پچھلی طرف ایک ایڈریس لکھا ہوا تھا جو اسی شہر کا تھا۔ سکندر کو ہمایوں کی قید میں سوچ کر ہی لالہ رخ کی جان نکلنے لگی۔ اس نے جلدی جلدی بچوں کو ساتھ لیا اور خالہ بی کی طرف آ گئی۔

افشاں اور ضیاء گھر پر نہ تھے۔ اس نے خالہ کو مختصراً سب بتایا خالہ بی تنہا اکیلی عورت بھلا کیا کر سکتی تھیں وہ اسے کوئی مشورہ بھی نہ دے سکیں۔ اس نے بچوں کو خالہ بی کے حوالے کیا اور خود تمام کاغذات لے کر گھر سے نکل آئی تھی، رابعہ اس کے ساتھ تھی بخار میں پھنکتی رابعہ کو وہ گھر میں نہیں چھوڑ پائی تھی۔



مصطفیٰ کو ماں جی نے جب بتایا تو ان کی اپنی حالت بڑی عجیب سی ہو رہی تھی۔ ساری صورتحال جان کر مصطفیٰ کا دماغ ایک دم بھک سے اڑ گیا تھا۔

ایاز کلینک آ کر شہوار کو لے گیا تھا۔

یہ خبر ایسی تھی کہ مصطفیٰ کو لگ رہا تھا جیسے کسی نے اس کے وجود کے ساتھ بم باندھ کر اس کے وجود کے پرخچے اڑا دیے ہوں۔ ماں جی کا برا حال تھا لیکن لائبہ کے سامنے وہ بمشکل خود پر کنٹرول کر رہی تھیں۔ لائبہ سو رہی تھی انہوں نے فوراً مصطفیٰ اور شاہزیب صاحب کو کال کی اور پھر کچھ دیر بعد سبھی وہاں پہنچ گئے تھے۔ مصطفیٰ ساری صورت حال جاننے کے بعد گارڈ کی طرف بڑھا تھا۔

گارڈ نے بتایا تھا کہ تین آدمی تھے ایک کار میں آئے تھے ایک نے اس پر گن تان لی اور باقی دو عمارت کی طرف بڑھے تھے۔

''تم نے گاڑی دیکھی تھی۔'' مصطفیٰ بہت ضبط سے گارڈ سے بات کر رہا تھا۔

''یس سر، سفید رنگ کی کرولا کار تھی۔''

''نمبر نوٹ کیا؟''

''جی سر۔''

''نمبر بتاؤ مجھے۔''

مصطفیٰ ایک دم پرجوش ہوا شاہزیب اور عباس بھی آ گئے تھے۔ گارڈ کے بتانے پر مصطفیٰ نے فوراً موبائل پر مختلف جگہوں پر رابطہ کرنا شروع کر دیا۔

''اس نمبر کو نوٹ کرو، جہاں بھی گاڑی دکھائی دے فوراً اریسٹ کرو، کچھ دیر پہلے یہ لوگ یہاں سے نکلے ہیں تقریباً 35 منٹ پہلے۔'' مصطفیٰ کال بند کر کے شاہزیب صاحب کی طرف بڑھا تھا۔

''میں جا رہا ہوں بابا جان دعا کریں، شہوار جہاں کہیں بھی ہو صحیح سلامت ہو اور اس ایاز کو دفعہ میں نہیں چھوڑوں گا۔''

مصطفیٰ مشتعل تھا شاہزیب صاحب نے بڑے ضبط سے بیٹے کو دیکھا۔

''جو بھی قدم اٹھانا سوچ سمجھ کر اٹھانا یہ مت بھولنا کہ تم ایک امانت دار پولیس آفیسر ہو، کوشش کرنا ایاز اریسٹ ہو جائے۔'' مصطفیٰ کے چہرے کے زاویے مزید بگڑے تاہم اس نے کچھ بھی کہنے سے گریز کیا تھا اس وقت وہ جس کیفیت سے گزر رہا تھا، اس کے پیش نظر وہ دنیا کو تہس نہس کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا۔

وہ کچھ بھی کہے بغیر وہاں سے نکلا تو شاہزیب صاحب نے عباس کو بھی اس کے ساتھ جانے کا اشارہ کیا، عباس بھی فوراً مصطفیٰ کے ساتھ اس کی گاڑی میں جا بیٹھا تھا۔ اگلے دو گھنٹے بڑی تیزی رفتاری سے گزرے۔ مصطفیٰ کا مارے ضبط کے برا حال تھا۔

کہیں سے بھی کوئی سراغ نہیں مل رہا تھا کہ ایاز شہوار کو لے کر کہاں گیا ہے؟ مصطفیٰ پاگلوں کی طرح ہر چیز کا پیچھا کر رہا تھا۔ عباس لحہ بہ لحہ مصطفیٰ کی ڈھارس بندھا رہا تھا۔

''ٹیک اٹ ایزی یار، سب ٹھیک ہو جائے گا، پتا چل جاتا ہے شہوار کا تم بس کول ڈاؤن رہو۔''

''کیسے رہوں، شہوار غائب ہوئی ہے میری بیوی اور وہ اس کرپٹ انسان کے پاس ہے۔ نجانے وہ اس کے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔'' مصطفیٰ کے لیے ایسا کچھ تصور کرنا بھی کسی عذاب سے کم نہ تھا۔

''کچھ نہیں ہوگا، بس اچھا سوچو۔''

''سوچنے کی بات ہے ایاز کو کیسے علم ہوا کہ شہوار اس وقت اس کلینک میں ہے۔''

''میں خود یہ سوچ سوچ کر حیران ہوں، شہوار گھر سے نہیں نکل رہی تھی آج کالج گئی اور پھر وہیں سے کلینک' ایاز کو اتنی مکمل معلومات کہاں سے ملی تھیں۔'' عباس کے کہنے پر مصطفیٰ نے بھی کہا تھا۔

''ہوسکتا ہے اس کا کوئی ساتھی مسلسل ہمارا پیچھا کر رہا ہو؟'' عباس نے نکتہ اٹھایا تھا۔

''جو بھی ہے میں اس ایاز کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔'' مصطفیٰ کا انداز اٹل تھا عباس نے محض اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کے تسلی دینا چاہی تھی۔



''شہوار میرے پاس ہے میں نے کلینک میں سے اسے اٹھالیا ہے رستے میں وہ بے ہوش ہوگئی تھی ہوش میں آتی ہے تو دیکھو میں اس کا کیا حشر کرتا ہوں۔'' ایاز نے دریہ کو کال کی تھی اور کامیاب ہو جانے کی اطلاع دی۔

''یو آر بریلینٹ بوائے، مجھے یقین نہیں آ رہا شہوار تمہارے پاس ہے۔'' وہ بہت ایکسائیٹڈ ہوگئی تھی۔

"میں جو ایک بار ٹھان لوں کر کے ہی دم لیتا ہوں۔" وہ بہت خوش تھا۔
"اب کیا ارادہ ہے؟" دریہ نے پوچھا۔
"تمہارے لیے میں یہ سب کر رہا ہوں تم اب میری ڈیمانڈ پوری کرو گی۔"
"کیسی ڈیمانڈ؟" دریہ چونکی تھی۔
"تم کو میں ایک ایڈریس لکھواتا ہوں تمہیں یہاں پہنچا ہوگا۔"
"کیا مطلب...... میں کہیں نہیں آ رہی؟" وہ فوراً بدکی۔
"آنا تو تمہیں پڑے گا' دریہ تم اچھی طرح جانتی ہو کہ شہوار کو اٹھوانے میں سب سے زیادہ ہاتھ تمہارا رہا ہے، میرے پاس تمہاری ہر کال، ہر میسج کا ریکارڈ موجود ہے۔"
"کہنا کیا چاہتے ہو؟" دریہ کے تیور فوراً بدل لے تھے۔
"صاف اور واضح بات ہے میں اگر تمہاری مدد کر رہا تھا تو بلا مقصد تو نہیں کر رہا تھا تم جوان ہو، حسین ہو شہوار سے تو میری ضد تھی لیکن تم جیسی لڑکی کو کون چھوڑتا ہے اب تمہیں میرے پاس آنا ہوگا ورنہ تم جانتی ہو کہ میں کیا کچھ کر سکتا ہوں۔" ایاز کے ایک دم پینترا بدلنے پر دریہ حیرت زدہ رہ گئی تھی۔
"میں نہیں آ سکتی میں جیسی بھی ہوں لیکن کوئی گھٹیا قسم کی لڑکی نہیں ہوں میں یہ سب مصطفیٰ کے لیے کر رہی تھی، تم مجھے بلیک میل مت کرو۔" وہ فوراً بھڑک اٹھی۔
"بلیک میل تو تم اب ہوگی اور تم کتنی پاکباز اور شریف زادی ہو میں بھی اچھی طرح جان چکا ہوں، سیدھے سے میرے بتائے ہوئے ایڈریس پر پہنچو ورنہ اگلے آدھے گھنٹے میں تمہارے ڈیئر کزن تک تمہاری تمام چیٹ ریکارڈنگ پہنچ جائے گی۔" وہ واقعی بلیک میلنگ پر اتر آیا تھا۔
"پلیز ایاز تم ایسا کچھ نہیں کرو گے۔"
"تو پھر تمہیں جیسا کہہ رہا ہوں وہی کرنا پڑے گا۔"
دریہ کے چہرے کے زاویے ایک دم بدلے تھے وہ بالکل گم صم اور خاموش رہ گئی۔
"ایڈریس سینڈ کر رہا ہوں میں جانتا ہوں تمہارے پاس انکار کی کوئی گنجائش نہیں، اگلے آدھے گھنٹے میں تم یہاں نہیں پہنچی تو تمام ریکارڈنگ مصطفیٰ کے پاس ہوگی اور ہاں زیادہ چالاکی دکھانے کی کوشش مت کرنا تم مجھے جانتی نہیں ہو شہوار تو مرے گی ہی لیکن اس کا قتل تم پر ہوگا۔" وہ کہہ کر کال بند کر چکا تھا۔ دریہ اپنی جگہ ساکت سی رہ گئی تھی۔
وہ جو کچھ دیر پہلے بہت خوش تھی اس وقت اسے لگ رہا تھا کہ جیسے وہ کسی گہری دلدل میں جا گری ہو۔ کچھ دیر بعد اس کے موبائل کی میسج ٹون بجی تھی۔ اس نے دیکھا ایاز کا میسج تھا اس نے ایڈریس سینڈ کیا تھا۔ دریہ کے اندر شدید اضطراب کی کیفیت پیدا ہوئی تھی۔ اس نے ایاز کا نمبر ملایا لیکن وہ بند ملا۔ وہ مزید پریشان ہوگئی تھی۔ اس کے سوچنے سمجھنے کی تمام صلاحیتیں بالکل ختم ہو چکی تھیں۔ وہ بار بار ایاز کا نمبر ملا رہی تھی لیکن اس کا نمبر مسلسل بند جا رہا تھا وہ شدید پریشانی میں کمرے میں ٹہلنے لگی۔ اسے اب اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ کیا کر چکی ہے۔ اس نے موبائل پر موجود ایڈریس دیکھا اور پھر ایاز نے کہا تھا کہ اگر وہ آدھے گھنٹے میں وہاں نہ پہنچی تو وہ مصطفیٰ تک تمام ریکارڈنگ پہنچا دے گا۔ یہ سوچ کر دریہ کا رنگ ایک دم بدلا تھا۔
جو گڑھا وہ دوسروں کے لیے کھود رہی تھی اب اسی گڑھے میں خود گر چکی تھی وہ ایاز کو ڈبل کراس کرنا چاہتی تھی لیکن ایاز اسے ڈبل کراس کر گیا۔ اس نے جلدی سے الماری سے اپنا بیگ نکالا۔ اس وقت اپنے حلیے کی پروا نہ تھی

اور فوراً باہر نکلی۔ باہر پورچ میں کوئی گاڑی دکھائی نہ دی تو اس نے چیخ کر چوکیدار کو بلایا تھا۔
''ساری گاڑیاں کدھر ہیں؟''
''سب صاحب لوگ لے جا چکے ہیں۔'' چوکیدار نے مودب انداز میں بتایا دریہ نے خوفزدہ ہوکر اپنا موبائل دیکھا پندرہ منٹ گزر چکے تھے۔
''اچھا گیٹ کھولو، مجھے باہر جانا ہے۔''
''خیریت بی بی...... آپ ٹھہر جائیں میں مالی کو بھیجتا ہوں وہ کوئی سواری لا دیتا ہے۔''
''نہیں میں چلی جاؤں گی، تم گیٹ کھولو۔'' وہ کافی بدتمیزی سے بولی تھی جس پر چوکیدار نے خاموشی سے گیٹ کھول دیا تھا۔
''یہاں سے پی سی او آفس کتنی دور ہے۔'' چوکیدار نے تعجب سے اسے اور پھر اس کے ہاتھ میں موجود ایک بڑے سے ٹچ سسٹم والے موبائل کو دیکھا تھا۔
''یہاں سے بائیں طرف جو سڑک نکلتی ہے وہیں اسی روڈ پر یوٹیلٹی اسٹور ہے اس کے ساتھ پی سی او ہے بی بی صاحبہ۔'' دریہ محض سر ہلا کر تیزی سے باہر نکل گئی تھی۔ چوکیدار نے پریشانی سے اسے جاتے دیکھا اور پھر کندھے اچکا کر گیٹ بند کر کے اندر چلا گیا تھا۔



ضیا اور افشاں کسی رشتہ دار سے مل کر لوٹے تو خالہ کہیں جانے کو تیار تھیں ساتھ میں ان کا بیٹا بھا۔
''آپ کہاں جا رہی ہیں خالہ بی۔''
''میرے جیٹھ جٹھانی اور اس کے بچے سبھی بس حادثے میں مارے گئے ہیں اس محلے کا ایک لڑکا کچھ دیر پہلے اطلاع دینے آیا تھا اسی جگہ جا رہی ہوں تم دونوں کا انتظار تھا۔''
افشاں نے خبر سن کر دل تھام لیا تھا۔ خالہ بی کے ہی سسرالی واحد رشتہ دار تھے اور خالہ بی کے شوہر کی وفات کے بعد انہوں نے سب جائیداد پر قبضہ کر کے گھر سے نکال دیا تھا اور اب قدرت کے کھیل کا لقمہ بن گئے افشاں کا دل کانپ اٹھا تھا۔
''ایک اور اطلاع دینی تھی۔'' خالہ بی نے سبھاؤ سے کہا تو دونوں میاں بیوی نے دھیان دیا۔ ''لالہ رخ کے بچے عیسٰی اور عائشہ کمرے میں سو رہے ہیں۔''
''اچھا' لالہ رخ کب آئی اور کہاں ہے؟'' جواباً خالہ بی نے جو بتایا وہ سب سن کر ضیا اور افشاں ششدر رہ گئے۔
''آہ...... یہ کیا حماقت کی لالہ رخ نے...... خالہ بی آپ نے کیوں جانے دیا، اسے روک لیتیں۔''
''میری تو خود کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ بے چاری شوہر کے لیے ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہی تھی اس کا رونا دیکھا نہیں گیا مجھ سے اس کی ساری بات سن کر روکتی تو بھی وہ چلی جاتی۔'' خالہ کے کہنے پر دونوں پریشان ہو چکے۔
خالہ بی کو دیر ہو رہی تھی وہ تو اپنے بیٹے کو لے کر چلی گئیں جبکہ پیچھے وہ دونوں میاں بیوی ان بچوں کو لے کر شدید پریشان تھے۔



شہوار کو ہوش آیا تو اپنے سامنے کرسی پر بیٹھے ایاز کو دیکھا تھا۔ اس کے وجود کو شدید جھٹکا لگا تھا۔

اسے یاد آیا کہ پچھلے کچھ گھنٹوں میں اس کے ساتھ کیا کچھ ہو چکا تھا۔ وہ تڑپ رہی تھی چیخ رہی تھی جب ایاز اور اس کے ساتھی نے زبردستی اسے گاڑی میں دھکیل لیا تھا وہاں موجود مہرالنساء بیگم کچھ کر سکی تھیں اور نہ ہی کلینک کا گارڈ اور ڈاکٹر۔

وہ گاڑی میں شدید مزاحمت کر رہی تھی جب ایاز نے کوئی چیز اس کے منہ پر رکھی تھی اور پھر اسے کچھ ہوش نہ رہا تھا۔ یقیناً اسے کلوروفارم کے زیر اثر بے ہوش کر دیا گیا تھا اور اب اسے ہوش آیا تھا۔

''ویلکم ٹو مائی پیلس مائی ڈیئر شہوار مصطفیٰ۔'' ایاز خباثت سے مسکراتے اس کی طرف بڑھنے لگا۔ شہوار بے اختیار پیچھے ہٹی تھی کلینک میں اس کے وجود پر چادر تھی جواب کہیں نہ تھی۔ وہ بے اختیار اپنے وجود میں سمٹ گئی۔

''کیوں لائے ہو تم مجھے یہاں؟'' وہ ایک دم رو پڑی تھی۔

''تمہاری طرف بہت سے حساب نکلتے ہیں سو چاہ مل بیٹھ کر کلیئر کریں گے لیکن اس سے پہلے تمہیں کچھ سبق بھی سکھانا ہے۔'' وہ اس کی طرف بڑھا تھا اس نے اپنا ہاتھ بڑھا کر شہوار کا ہاتھ تھامنا چاہا لیکن شہوار ایک دم اس کا ہاتھ جھٹک کر پیچھے سرکی تھی۔

''تم غلط کر رہے ہو، مصطفیٰ تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔'' وہ نفرت سے بولی جواباً ایاز نے قہقہہ لگایا تھا۔

''ہاہاہا...... تمہارا وہ نام نہاد شوہر۔'' شہوار نے خوفزدہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''تم پچھلے تین گھنٹوں سے ہماری تحویل میں ہو تمہارا شوہر کچھ نہیں کر سکا۔ بھوکے کتوں کی طرح سارے شہر میں اس کے سپاہی میری بو سونگھتے پھر رہے ہیں لیکن کسی کو میرا سراغ تک نہیں مل پا رہا۔'' وہ فتح کے نشے سے چور تھا۔ شہوار کو لگ رہا تھا کہ جیسے ہر لمحہ اس پر قیامت بن کر گزر رہا ہے۔

''پلیز مجھے جانے دو ایاز۔'' اگلے ہی پل وہ جیسے ڈھے سی گئی تھی ایک دم سسک کر ایاز کو دیکھتے کہا تھا۔

''اتنی مشکلوں سے حاصل کیا ہے اتنی جلدی جانے دوں۔'' وہ خباثت سے مسکرا دیا۔

وہ شہوار کی طرف بڑھا اور شہوار پیچھے ہوتے دیوار کے ساتھ جا لگی تھی۔

''دیکھو تمہیں اللہ کا واسطہ مجھے جانے دو پلیز۔''

وہ رو رہی تھی جبکہ اس کی بے باک ناپاک نگاہیں اس کے وجود کا طواف کر رہی تھیں۔

''تم تو میری سوچوں سے بھی بڑھ کر خوب صورت ہو یار۔''

قریب آ کر اس کے چہرے پر جھک کر ایاز نے کہا تو شہوار نے ایک دم چہرہ ہاتھوں میں چھپا لیا تھا۔

''اتنی جلدی ہمت تو نہیں ہارنے دوں گا تمہیں۔'' اس نے سرد لہجے میں کہتے زبردستی شہوار کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

''یہی ہاتھ تھا نا جو تم نے مجھ پر اٹھایا تھا۔'' وہ سرد نگاہوں سے شہوار کے ہاتھ کو دیکھ رہا تھا۔

اگلا لمحہ شہوار کے لیے عجیب خوفزدگی لیے ہوئے تھا۔ ایاز نے کھینچ کر شہوار کے منہ پر تھپڑ مارا تھا۔ شہوار کی چیخ بے اختیار تھی۔

''بلیڈی بچ تم نے اپنے اس پولیس آفیسر کے ذریعے مجھے بڑا نقصان پہنچایا ہے اب ایک ایک زخم کا بدلہ لوں گا، زندہ نہیں چھوڑوں گا تمہیں تمہارے اس خوب صورت وجود کے پرخچے نہ اڑا دیے تو میرا نام ایاز نہیں۔'' وہ پھنکار رہا تھا اور دونوں ہاتھوں سے شہوار کو پیٹ رہا تھا۔ شہوار شدید مزاحمت کر رہی تھی لیکن کمرے کی چار دیواری میں بچاؤ کا کوئی رستہ نہ تھا اور پھر ایاز کے پاؤں کی ٹھوکر نجانے اس کے وجود پر کس رخ سے لگی تھی شہوار کو لگا کہ جیسے اس کے وجود میں کسی نے آگ بھڑکا دی ہو۔ وہ بے اختیار چیخ مار کر منہ کے بل زمین پر گری تھی۔

لالہ رخ جب وہاں پہنچی تو دوپہر ڈھل چکی تھی وہ شہر سے باہرنئی آباد کی گئی کالونی تھی کم ازکم اسے وہاں پہنچنے میں دو گھنٹے لگے تھے رابعہ کا بخار اور شدت اختیار کر گیا اور لالہ رخ اس کی حالت رو رو کر ابتر ہو چکی تھی۔

''مجھے اندازہ تھا کہ تم ضرور آؤ گی۔'' ہمایوں اسے دیکھ کر بڑے بے ہودہ انداز میں ہنسا تھا۔

''سکندر کہاں ہے؟'' وہ نفرت سے بولی تھی۔

''اتنی جلدی کیا ہے ابھی بیٹھو پہلی بار خود سے چل کر میرے پاس آئی ہو کچھ تواضع خدمت کرنے دو پھر بات کرتے ہیں۔''

''میں کسی خدمت کے لیے نہیں آئی، تم بتاؤ سکندر کہاں ہے؟'' وہ چیخی تھی رابعہ اس کے کندھے سے لگی ہوئی تھی ماں کی چیخ سن کر وہ ایک دم رونے لگی۔

''چلو آؤ ملواتا ہوں تمہیں تمہارے شوہر سے۔'' وہ اسے لے کر ایک کمرے کی طرف بڑھا وہاں زمین پر زخمی حالت میں پڑے سکندر کو دیکھ کر لالہ رخ کی چیخیں نکل گئیں۔ اس نے کمبل میں لپٹی روتی سسکتی رابعہ کو ایک دم زمین پر لٹا کر سکندر کو دیکھا تھا۔ ہمایوں دروازے پر کھڑا مسکرا رہا تھا۔

''دیکھ لو، اچھی طرح تسلی کر لو تمہارا شوہر ہی ہے نا یہ۔'' لالہ رخ نے سکندر کو ہلایا جلایا مگر وہ بے ہوش تھا۔

''کتنے ظالم اور سفاک انسان ہو تم، کیا بگاڑا ہے میں نے تمہارا، کیوں آسیب کی طرح ہماری زندگیوں میں گھس آئے ہو۔'' ہمایوں نے اسے سنجیدگی سے دیکھا تھا۔

''یہ شخص صرف اور صرف تمہاری وجہ سے اس حالت کو پہنچا ہے۔'' وہ اس کی بات پر سسکتے ہوئے سکندر کی طرف جھکی تھی۔

''سکندر آنکھیں کھولیں، پلیز سکندر۔'' لیکن سکندر کے وجود میں کوئی جنبش تک نہیں ہوئی تھی۔

''کیا کیا ہے اس کے ساتھ بتاؤ'' اس نے خوف زدہ ہو کر ہمایوں کو دیکھا تھا۔

''زندہ ہے ابھی لیکن تب تک زندہ ہے جب تک تم چاہو گی تم جائیداد کے تمام کاغذات میرے حوالے کر دو اور ہم اس کو چھوڑ دیں گے۔'' لالہ رخ نے بہت نفرت سے اسے دیکھا اور پھر بیگ کھول کر تمام کاغذات ہمایوں کے منہ پر دے مارے۔

''یہ لو...... لیکن خدارا میرے شوہر کو چھوڑ دو، میں منت کرتی ہوں تمہاری مجھے یہ دولت، جائیداد کچھ بھی نہیں چاہیے سب لے لو لیکن پلیز میرے شوہر کو چھوڑ دو۔'' وہ اس کے سامنے روتے روتے سسکنے لگی۔ زمین پر لیٹی رابعہ رو رو کر خاموش ہو گئی تھی۔

ہمایوں نے تمام کاغذات اچھی طرح چیک کیے اور پھر ایک دم مسکرا دیا تھا۔ اس کے چہرے پر کامیابی کی مسکراہٹ تھی۔ اس نے کسی کو آواز دی وہاں ایک اور مرد چلا آیا۔

''اس کو ساتھ والے کمرے میں لے جاؤ۔''

ہمایوں نے اس آدمی کو اشارہ کیا جب ہی وہ لالہ رخ کی طرف بڑھا تھا لالہ رخ چیخی چلائی لیکن سب بے سود تھا وہ شخص اس کو دھکیل کر ایک اور کمرے میں لے آیا اور پھر اسے اندر دھکیل کر باہر سے دروازہ بند کر کے چلا گیا جبکہ لالہ رخ دونوں ہاتھوں سے زور زور سے دروازہ پیٹتے نڈھال سی ہو کر زمین پر گر گئی تھی۔



مصطفیٰ کے نمبر پر کسی انجانے نمبر سے ایک کال آئی تھی اور اس کال میں کچھ کہا گیا تھا۔ وہ سن کر مصطفیٰ ایک دم ساکت ہوا اور پھر فوراً مختلف جگہوں پر نمبرز ملاتے سب کو ایک جگہ پہنچنے کا کہتے خود بھی گاڑی میں آ بیٹھا عباس ساتھ تھا۔

''کہاں جا رہے ہیں ہم؟''

''ایاز کا پتا لگا ہے۔'' عباس حیران ہوا۔

''کیسے؟''

''وہاں چل کر پتا چل جائے گا، اگر رپورٹ سچی ہوئی تو سمجھیں ایاز کو اب مجھ سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔'' عباس خاموش رہا۔ مصطفیٰ نے بہت غیر محتاط انداز میں گاڑی چلائی تھی۔

اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اڑ کر اس جگہ پہنچ جائے عباس نے شاہزیب صاحب کو بتا دیا تھا۔ وہ بھی مصطفیٰ کے بتائے گئے مقام پر پہنچنے کا کہہ کر فوراً روانہ ہوئے تھے۔

مصطفیٰ جب تک وہاں پہنچا تھا اس علاقے کے نزدیک ترین پولیس بھی اس جگہ پہنچ چکی تھی۔ مصطفیٰ فوراً گاڑی سے نکل کر ساتھیوں کو ہدایت دیتے خود عمارت کی طرف بڑھا تھا۔



شہوار منہ کے بل گری تو ایاز کے ہاتھ رک گئے شہوار کے منہ سے بے اختیار چیخیں نکل رہی تھیں۔ وہ پیٹ کو تھامے دہری ہوئی جا رہی تھی۔ وہ شہوار کو جان سے مار دینا چاہتا تھا لیکن ابھی اتنی جلدی نہیں اسے دریہ نے بتایا تھا کہ شہوار حاملہ ہے اور اس وقت شہوار کی جو حالت تھی ایک پل کو ایاز رک گیا تھا۔

وہ شہوار کو تر سا تر سا کر مارنا چاہتا تھا لیکن اسے لگ رہا تھا کہ جذباتیت میں وہ بہت بڑی غلطی کر چکا ہے۔ اسے ابھی شہوار پر ہاتھ نہیں اٹھانا چاہیے تھا اور اگر اٹھایا بھی تھا تو کم از کم اس بُری طرح زد و کوب نہیں کرنا چاہیے تھا۔

جنونیت اور جذباتیت کا طوفان اترا تو اسے لگا وہ بری طرح شہوار کو نقصان پہنچا گیا ہے۔

درد سے چیختی کراہتی شہوار پر ایک نگاہ ڈالتے اس نے ایک طرف ٹیبل پر رکھا اپنا موبائل اٹھایا تھا۔

دریہ کو کال کرنے کے بعد وہ موبائل بند کر چکا تھا، اس نے موبائل جیسے ہی آن کیا اس کے ساتھی کی کال آنا شروع ہوگئی۔ اس نے فوراً کال پک کی تھی۔

''موبائل کیوں بند کیا ہوا ہے؟'' کال ریسیو ہوتے ہی وہ چیخا تھا۔

''کیوں؟'' درد سے بے حال ہو کر ایک طرف لڑھکتی شہوار کو دیکھ کر اس نے برہمی سے کہا تھا۔

''ہمارے اس ٹھکانے پر پولیس کی ریڈ ہوئی ہے سبھی کو گرفتار کر لیا گیا ہے میں بڑی مشکل سے جان بچا کر بھاگا ہوں، تم بھی کسی طرح نکلو یہاں سے۔''

''کیسے ہوگئی ریڈ؟'' وہ چیخا تھا۔

''پتا نہیں، ہمارے کسی ساتھی نے مخبری کی ہے جیسے بھی ہو پچھلے دروازے سے نکلو ورنہ پولیس اندر داخل ہوگئی تو تمہارے لیے بھاگنا مشکل ہو جائے گا۔'' اس کے ساتھ ہی کال منقطع ہوگئی۔

ایاز نے ایک نگاہ بے حس و حرکت ایک طرف گری ہوئی شہوار پر ڈالی اور ایک دراز سے پسٹل نکال کر اس نے باہر جھانکا تھا۔

باہر سے شور ہنگامے کی آوازیں آ رہی تھیں پولیس عمارت میں داخل ہو چکی تھی۔ ایاز نے بہت تلخی سے شہوار کو

دیکھا اور پھر پسٹل کی نالی کا رخ اس کی طرف کیا۔ شہوار اب اس کے کسی کام کی نہیں رہی تھی۔
وہ جو دل میں ٹھان چکا تھا وہ اب نہیں ہو سکتا تھا لیکن دل میں کوئی حسرت بھی نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ بھاگنے کے لیے اس کے پاس بس یہی کچھ پل تھے۔
اس نے پسٹل کا ٹریگر دبایا لیکن گولی نہیں چلی، اس نے دو تین بار یہ عمل دہرایا تھا اور ایک دم زچ ہو کر اس نے پسٹل چیک کیا تو چونکا پسٹل خالی تھا یہ بھلا کیسے ہو سکتا تھا کلینک جانے سے پہلے اس نے خود پسٹل لوڈ کیا تھا۔ اس نے بغور دیکھا اس کا پسٹل اس کے ساتھیوں کے پسٹل سے بدل چکا تھا۔ ایاز کے اندر شدید جنونیت کی لہر اٹھی تھی۔
اس نے پاؤں کی ٹھوکر زور سے شہوار کے وجود پر لگائی اور پھر فوراً باہر بھاگا۔ اس کے پاس اب یہاں سے بھاگنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ وہ جیسے ہی باہر نکلا باہر کی طرف سے کچھ پولیس کے افراد بھاگ کر اندر آتے دکھائی دیے جن میں سب سے آگے مصطفیٰ تھا۔ ایاز کے اوسان ایک دم خطا ہوئے تھے وہ فوراً مخالف سمت بھاگا تھا۔
''رک جاؤ ایاز ورنہ مارے جاؤ گے۔'' مصطفیٰ چیخا لیکن ایاز نہیں رکا تھا۔ اس نے کمرے میں گھس کر دروازہ بند کرلیا اور پھر اس نے الماری سے کچھ بلٹس نکال کر پسٹل لوڈ کی تھی۔ اب یہ کمرہ اس کی پناہ گزیں تھا اور وہ ان گولیوں کے سہارے ہی مصطفیٰ اور اس کے سپاہیوں سے بچ سکتا تھا۔
مصطفیٰ اسے بار بار وارن کر رہا تھا مصطفیٰ کے ساتھ پولیس کی بہت بھاری نفری تھی۔ وہ تمام لوگ اردگرد پھیل گئے تھے۔ امجد خان بھی اپنی نفری کے ساتھ پہنچ چکا تھا۔
''تم ایاز کو کور کرو میں شہور کو ڈھونڈتا ہوں یاد رہے یہ شخص بچ کر نہ جانے پائے۔'' مصطفیٰ نے امجد خان کو کہا اور پھر مختلف کمرے چیک کرنے لگ گیا اس کے ساتھ دو ساتھی تھے اور پھر اسے ایک کمرے میں زمین پر بری حالت میں اوندھے منہ گری ہوئی شہوار مل گئی تھی۔ مصطفیٰ دیوانہ وار شہوار کی طرف لپکا تھا۔
''شہوار...... شہوار۔'' اس نے اسے سیدھا کیا لیکن شہوار کی حالت دیکھ کر ایک دم اوسان خطا ہو گئے۔ شہوار کے منہ سے خون بہہ رہا تھا۔ اس کی حالت بہت ہی نازک تھی۔
مصطفیٰ نے بے اختیار اس کی نبض چیک کی تو وہ بہت رک رک کر چل رہی تھی۔ مصطفیٰ کا دل بند ہونے لگا۔
''ڈرائیور کو کہو گاڑی ریڈی رکھے ہری اپ۔''
مصطفیٰ نے چیخ کر کہا اس کا ایک ساتھی باہر بھاگا دوسرے نے فوراً ایک طرف پڑی ہوئی چادر مصطفیٰ کو تھمائی۔ مصطفیٰ نے شہوار پر چادر ڈالی تھی اور فوراً اٹھایا تھا۔
مصطفیٰ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ابھی ایاز کو شوٹ کر دے وہ لب بھینچ کر باہر نکلا تھا۔
باہر امجد خان اور پولیس کی نفری محتاط انداز میں ایاز جس کمرے میں بند تھا اس کا گھیراؤ کیے ہوئے تھی۔
''امجد خان خیال رکھنا ایاز بچ کر نہ جائے۔'' امجد خان کے قریب سے گزرتے مصطفیٰ ایک پل کو رکا تھا۔
''آپ فکر نہ کریں اب یہ کہیں نہیں بھاگ سکتا۔'' امجد خان نے تسلی دی تو مصطفیٰ فوراً باہر نکلا عباس بھائی مصطفیٰ کو دیکھ کر فوراً قریب آئے تھے حفظ ماتقدم کے طور پر مصطفیٰ نے ان کو باہر ہی رکنے پر مجبور کر دیا تھا۔
''کیا ہوا شہوار ٹھیک تو ہے نا؟''
مصطفیٰ نے لب بھینچ رکھے تھے۔ اس نے فوراً شہوار کو گاڑی میں ڈالا تھا۔
ایک طرف عباس بھائی بھی آ بیٹھے تھے۔ ان کو اسپتال پہنچنے میں کچھ وقت لگا۔ عباس رستے میں ہی شاہزیب صاحب کو کال کر چکا وہ بھی اسپتال پہنچ گئے تھے۔

شہوار کی خراب طبیعت تھی ڈاکٹر زفوراً اسے ایمرجنسی میں لے گئے مصطفیٰ امجد خان سے رابطہ رکھے ہوئے تھا۔
ایاز ابھی تک کمرے میں بند تھا وہ امجد خان اور ساتھیوں پر وقفے وقفے سے فائرنگ کررہا تھا یہ لوگ بھی جوابی فائرنگ کررہے تھے۔
ان لوگوں نے بہت خاموشی سے اس جگہ پر ریڈ کیا تھا اور جو آدمی جہاں تھا اسے وہیں جالیا نجانے ایاز کو کیسے خبر ہوگئی۔
کچھ دیر بعد ڈاکٹر نے آ کر مصطفیٰ کو جو خبر سنائی تھی وہ سن کر مصطفیٰ ایک دم ساکت رہ گیا عباس بھائی اور شاہزیب صاحب نے بے اختیار مصطفیٰ کے کندھوں پر ہاتھ رکھا تھا۔
ڈاکٹر اطلاع دے کر چلی گئی اور مصطفیٰ یہ سن کر ساکت کھڑا رہ گیا۔ شاہزیب صاحب کے اشارہ کرنے پر مصطفیٰ کو عباس نے کندھے سے تھام کر ایک طرف رکھی کرسیوں میں سے ایک پر بٹھایا تھا۔
مصطفیٰ لاکھ مضبوط سہی لیکن بعض معاملات ایسے ہوتے ہیں کہ وہاں انسان بالکل بے بس ہوجاتا ہے اور اس وقت مصطفیٰ کے اندر کچھ ایسی ہی کیفیت پیدا ہوگئی تھی تبھی مصطفیٰ کے موبائل پر کال آئی تھی۔ مصطفیٰ نے خالی نظروں سے موبائل کو دیکھا تھا۔
عباس اس کی کیفیت سمجھ رہا تھا اس نے اس کے ہاتھ سے موبائل لے کر شاہزیب صاحب کو تھمادیا۔
امجد خان کی کال تھی شاہزیب نے ایک افسردہ سی نگاہ سر جھکائے لب بھینچے وجود پر ڈالی اور کال ریسیو کرلی تھی۔
''ہاں امجد خان کیا بات ہے؟'' جواباً امجد خان نے جو خبر سنائی شاہزیب صاحب سن کر بالکل گم صم ہوگئے تھے۔
''ایاز ان کاؤنٹر میں مارا گیا ہے اس نے ہمارے تین آدمیوں کو زخمی کیا ہے۔ اس پر فائر کرنا ہماری مجبوری تھی، ہم نے یہ ساری جگہ اپنی حراست میں لے لی ہے اب یہاں کی تلاشی لے رہے ہیں کچھ دیر میں ڈیڈ باڈی اسپتال پہنچا رہے ہیں۔'' شاہزیب صاحب نے از حد افسردگی سے کال بند کردی۔



رات گزرتی گئی اگلا دن بہت عجیب سا تھا۔ افشاں اور ضیا کا وہ سارا دن بہت پریشانی میں گزرا تھا۔ عائشہ کو لالہ رخ خود فیڈ کراتی تھی کچھ گھنٹے گزرنے کے بعد ہی اس نے رونا چلانا شروع کردیا تھا اور ڈبے کا دودھ بس برائے نام پی رہی تھی بہن کو روتے دیکھ کر اور ماں باپ کو غیر موجود پا کر عیسیٰ بھی رونے لگا۔ وہ سارا دن دونوں میاں بیوی کا بہت برا گزرا تھا۔
خالہ بی جیٹھ کے ہاں تھیں وہ سارا دن بہت کشمکش میں سکندر اور لالہ رخ کا انتظار کرتے گزر گیا لیکن وہ تھے کہ ان کا کوئی پتا ہی نہیں چل رہا تھا۔
عیسیٰ بار بار اپنے گھر جانے کی ضد کررہا تھا وہ دونوں میاں بیوی بچوں سمیت سکندر کے نئے گھر میں آگئے تھے لالہ رخ جاتے وقت خالہ بی کو گھر کی چابیاں دے گئی تھی۔ اسی لیے وہ لوگ اپنے گھر کو تالا لگا کر یہاں آگئے۔
کچھ وقت مزید گزرا تو بچوں نے رونا شروع کردیا اب تو روشی بھی عیسیٰ کے ساتھ مل کر گلا پھاڑ کر رو رہی تھی، افشاں کے لیے بیک وقت اتنے بچوں کو سنبھالنا بہت مشکل تھا۔ ضیا مسلسل ساتھ تھا لیکن جوں جوں وقت گزر رہا تھا دونوں کی تشویش اور پریشانی بڑھتی جارہی تھی۔
لالہ رخ کی کم عقلی پر رہ رہ کر غصہ بھی آرہا تھا کم ازکم وہ جہاں جارہی تھی وہاں کا ایڈریس تو خالہ بی کو بتا کر جاسکتی تھی۔ اب وہ لوگ سوائے انتظار کرنے کے اور کچھ نہیں کرسکتے تھے۔ ان کے پاس اور کوئی چارہ بھی نہ تھا۔



لالہ رخ ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہی تھی جوں جوں وقت گزر رہا تھا اس کی حالت بد سے بدتر ہوتی گئی۔
دوپہر میں ہمایوں آ گیا اس نے مزید کچھ کاغذات پر اس کے دستخط اور انگوٹھے کے نشان لیے دستخط کرتے ہی وہ ہمایوں کے سامنے ہاتھ جوڑ کر رو پڑی تھی۔
''پلیز مجھے جانے دو، میرے بچوں کا میرے بغیر نجانے کیا حال ہوگا، پلیز مجھے سکندر اور میری بچی کے پاس لے جاؤ۔''
''اتنا کچھ میں نے اس لیے نہیں کیا کہ تم سکھ اور چین سے زندگی گزارو تمہارے نانا کو تمہارے باپ نے مارا تھا اور تمہاری ماں اپنی بیماری میں چل بسی لیکن تمہارا باپ تمہارے بھاگنے کے بعد بہت اونچا اڑنے لگا تھا اور پھر میں نے اسے بھی مار ڈالا، اب تمہارے شوہر اور بچوں کو ماروں گا ایک ایک کر کے سب کو آگ لگا دوں گا اور تم ساری عمر اس قید خانے میں سسکتی رہنا، تمہیں رہا نہیں کروں گا اتنی مشکل سے تو تم ہاتھ آئی ہو تمہارے اس وجود سے کچھ ہمیں بھی فائدہ ہو۔'' وہ کمینگی سے مسکرایا تھا۔
وہ سانپ سے توقع کر رہی تھی کہ وہ اسے ڈسے گا نہیں بھلا کب اپنی فطرت سے باز آتا ہے۔
باپ کا خوفناک انجام سن کر وہ اور شدت سے رو دی۔
وہ اور بھی بکواس کر رہا تھا نجانے کیا کیا کہہ رہا تھا۔ لالہ رخ تک تو بس ہمایوں کے ان الفاظ پر ہی جم سی گئی تھی۔
''آج رات میرے بندے تیرے شوہر اور بچی کو لے جا کر مار ڈالیں گے اور پھر نہر میں بہا دیں گے اور تو ساری عمر میری قید میں میرے ساتھ زندگی گزارنا۔'' وہ بکواس کر کے چلا گیا تھا اور تب سے لالہ رخ تڑپ رہی تھی۔ نجانے یہ شخص اب کیا کرنے والا تھا۔
جیسے ہی شام کی تاریکی پھیلی لالہ رخ کے اندر خوف کے سائے امڈ کر آنے لگے۔ وہ ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہی تھی لیکن اللہ کے سوا وہاں اس کی فریاد سننے والا کوئی نہ تھا۔



سکندر کی حالت از حد بگڑی ہوئی تھی مار مار کر سکندر کے وجود کو زخمی کر دیا گیا جبکہ ایک طرف کمبل میں لپٹی روتی رابعہ بخار سے نڈھال اب نیم غنودگی میں تھی۔ ہمایوں ادھر آیا تھا اس کے ساتھ اس کے تین چار آدمی تھے۔
''لے جاؤ اسے اور اس بچی کو جیسا کہا ہے بالکل ویسا ہی کرنا ہوگا غلطی کا کوئی امکان نہ رہے ورنہ تم سب جانتے ہو کہ میں تم لوگوں کا کیا حال کر سکتا ہوں۔'' اس کے آدمیوں نے فوراً سر ہلا دیا تھا۔
انہوں نے زخمی، نڈھال نیم بے ہوش سکندر کو زمین سے اٹھایا تھا ایک نے رابعہ کو اٹھا لیا وہ لوگ اسے لے کر چلے گئے تو ہمایوں کسی اور آدمی کے ساتھ باہر نکل گیا تھا۔ پورے ایک گھنٹے بعد اس کے آدمی واپس آ گئے تھے۔
انہوں نے سکندر اور اس کی بچی کو مار کر نہر میں پھینک دیا تھا ہمایوں کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا۔ اب اس کا اگلا قدم لالہ رخ اور اس کے باقی رہ جانے والے بچے تھے۔ اس نے لالہ رخ کو کسی اور پرانی عمارت میں منتقل کر دیا کیونکہ یہاں پولیس کا خطرہ ہو سکتا تھا وہ یہ سب کرنے کے بعد بہت مطمئن۔



ولید بہت غصے سے گھر سے نکلا تھا۔ باہر نکل کر اس نے ایک کال ملائی تھی۔ بابا نے اسے نیا موبائل لے دیا تھا۔
''مجھے تم سے ملنا ہے۔'' کال پک ہوتے ہی ولید نے بہت سنجیدگی سے کہا تھا۔
''ارے زہے نصیب۔ ولید صاحب ہم سے ملنے کی خواہش کریں کہاں ملنا ہے۔''

''جہاں تم کہوں میں آ جاتا ہوں۔'' ولید نے کہا تھا دوسری طرف ایک دم ایکسائٹڈ ہوتے اس نے جگہ کا نام بتایا تھا۔
ولید نے موبائل بند کر کے چند پل سوچا اور پھر مین روڈ کی طرف آ نکلا وہاں سے اس نے ایک رکشہ لیا اور پھر کچھ دیر بعد وہ مطلوبہ جگہ پر آ گیا تھا۔
یہ ایک کلب تھا ہائی سوسائٹی کے آزاد خیال لوگوں کی ایک کریم یہاں موجود تھی۔ شام کا وقت تھا وہ ایک طرف بیٹھ کر انتظار کرنے لگا اور ایک گھنٹے کے انتظار کے بعد اسے وہ آتی دکھائی دی تھی۔
''کاشفہ عبدالقیوم۔'' اسے دیکھ کر ولید کے اندر شدید طغیانی سی بلند ہوگئی۔ وہ سرد نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا ہال میں داخل ہوتے ہی اس نے اطراف میں دیکھا تھا اور پھر ولید کو دیکھ کر اس کی آنکھیں چمکنے لگی تھیں۔ وہ جدید تراش خراش والے زرق برق لباس میں ملبوس اس وقت یہاں موجود تمام لڑکیوں میں بہت نمایاں تھی۔
تقریباً وہاں موجود ہر شخص پلٹ پلٹ کر اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ چلتے ہوئے ولید کے پاس آ رکی تھی۔
''ہائے ولید۔'' ولید نے محض سر ہلایا تھا وہ کرسی کھینچ کر ٹک گئی تھی۔
''آج تم نے مجھے کال کی خود بلایا، مجھے لگا جیسے میری قسمت ہی جاگ اٹھی ہے۔'' اس نے کہا ولید نے بہت سنجیدگی سے اسے دیکھا تھا۔
''کیسے ہو؟'' وہ مزید پوچھ رہی تھی۔
ولید نے کھا جانے والی نگاہوں سے اسے گھورا اور پھر اپنی سیٹ سے کھڑا ہو گیا تھا۔
''کیا ہوا؟'' کاشفہ کو چند سیکنڈ لگے تھے ولید کے تیور سمجھنے میں۔ اس سے پہلے کہ وہ ولید کے تیوروں کو سمجھتے کچھ کہتی ولید کا ہاتھ اٹھا تھا۔ اس نے کھینچ کر ایک تھپڑ کاشفہ کے منہ پر مارا تھا۔ کاشفہ تو ہل کر رہ گئی تھی۔
''ولید۔'' اس کے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ ولید ایسی کوئی حرکت کر سکتا ہے ولید کے تھپڑ کی آواز اتنی شدید تھی کہ وہاں موجود ہر شخص نے پلٹ کر ان دونوں کو دیکھا تھا۔
''تم انتہائی گھٹیا لڑکی ہو تمہیں جرأت کیسے ہوئی انا کو ورغلانے اور ذہنی ٹارچر کرنے کی تم اسے زبردستی اپنے ساتھ لے گئی غلط تحریر لکھوائی اور پھر اسے بلیک میل کرتی رہی ہاؤ ڈیئر یو۔'' وہ حلق کے بل چیخا تھا۔
کاشفہ تو ایک دم ساکت سی ہوگئی۔ وہ پہلی بار ولید کا ایسا کوئی ری ایکشن دیکھ رہی تھی۔
''میں چاہوں تو ابھی اور اسی وقت تمہیں پولیس کے حوالے کر دوں۔'' کاشفہ کے چہرے پر عجیب سی کیفیت پیدا ہوئی تھی۔
''میں تم سے محبت کرتی ہوں ولید اور میں نے یہ سب کچھ تمہاری محبت میں کیا تھا۔''
''شٹ اپ۔'' ولید نے اس کی بات کاٹ دی۔
''تم جیسی لڑکی کیا جانے کہ محبت کسے کہتے ہیں۔ اپنا کردار دیکھو اور اپنا بیک گراؤنڈ۔ کیا ہو تم اور کیا ہے تمہاری حیثیت اور تمہارا وہ باپ جو دوسروں کے حق چھین کر دولت جمع کرتا رہا جس نے کسی بھی جائز ناجائز کی کبھی پروا نہیں کی۔ میں تمہاری طرف محض اس لیے بڑھا تھا کہ مجھے تمہارے باپ تک پہنچنا تھا اور تم نے وہ گھٹیا کھیل کھیلا کہ میرا دل کر رہا ہے کہ تمہیں کھڑے کھڑے شوٹ کر دوں۔'' ولید کے اندر شدید غبار تھا جواب امڈ امڈ کر باہر آ رہا تھا۔ اردگرد کے لوگ ان کو دیکھ رہے تھے اور ولید کسی کی پروا نہ تھی۔ کلب کا عملہ بھی وہاں آ گیا تھا۔
''پلیز سر آپ ہمارے کلب کا ماحول خراب کر رہے ہیں ہم کسی پر آپ کو اس طرح چلانے اور تشدد کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔'' وہ شاید منیجر تھا۔ ولید نے کاشفہ سے نظر ہٹا کر اسے دیکھا تھا۔

''میں چاہوں تو ایک کال کر کے تمہارے اس نام نہاد کلب کا دیوالیہ نکلوا سکتا ہوں گیٹ لاسٹ۔'' منیجر نے ایک دم پریشان ہو کر ارد گرد دیکھا تھا۔

''بی ہیو یور سر۔ میں پولیس کو کال کر سکتا ہوں ہمارے کلب میں یہ سب نہیں چلتا۔''

''تمہارے کلب میں جو چلتا ہے اس کی ڈیٹیل تمہیں دوں تو تم ایک پل بھی یہاں نظر نہ آؤ، یہ ہمارا آپس کا معاملہ ہے اگر تم نے انٹرفیئر کیا تو میں خود پولیس کو کال کرلوں گا۔'' ولید کے الفاظ پر منیجر مزید پریشان ہوا تھا۔ ولید نے منیجر سے نظر ہٹا کر کاشفہ کو دیکھا تھا۔

''تم نے مجھے میری فیملی اور انا کو جتنا نقصان پہنچانا تھا پہنچالیا اب اگر تم نے انا کو کوئی دھمکی دی یا بلیک میل کیا یا کوئی اوچھی حرکت کی تو تم نہیں جانتی کہ تمہارا کیا حشر کر سکتا ہوں میں، میں تم جیسی لڑکی پر ایک نظر ڈالنا تو دور کی بات اس پر لعنت بھیجنے کے قابل بھی نہیں سمجھتا اور یہ اچھی طرح ذہن نشین کرلو جتنا تم نے مجھے نقصان پہنچانا تھا پہنچالیا اب انا کی طرف ایک غلط نگاہ بھی ڈالی تو تمہیں پولیس کے حوالے کروادوں گا، مائنڈ اٹ۔'' اسے کہتے ایک تلخ نگاہ منیجر اور اردگرد موجود لوگوں پر ڈالتے وہ وہاں سے تیزی سے نکل آیا تھا اور پیچھے کاشفہ گم صم کھڑے ولید کو جاتا دیکھتی رہی۔



لالہ رخ کو جس جگہ لایا گیا تھا وہ بالکل ویران سی حویلی تھی جس میں صرف چند کمرے تھے۔

وہ غم سے نڈھال سسک رہی تھی جب کمرے کا دروازہ کھلا۔ ایک ادھیڑ عمر عورت کھانے کی ٹرے لیے چلی آئی تھی۔

''کھانا کھالو بی بی۔'' خانہ بدوشوں کا سا لہجہ تھا لالہ رخ نے اسے دیکھا اور پھر سر جھکالیا وہ عورت اسے دیکھتی رہی اور پھر دروازے تک گئی، اس نے اردگرد دیکھا تھا اور پھر لالہ رخ کے پاس آئی تھی۔

جھک کر وہ ٹرے میں سے کھانے کے برتن نکال کر لالہ رخ کے سامنے زمین پر رکھنے لگ گئی تھی۔

''میں کچھ دن پہلے یہاں کام پر لگی ہوں میں نے باہر آدمیوں کو کہتے سنا کہ وہ تیرے آدمی اور تیری بچی کو مار کر نہر میں ڈال آئے ہیں اور اب وہ لوگ تیرے باقی بچوں کو مار دیں گے۔'' بہت دھیمی آواز میں وہ کہہ رہی تھی، اس کا لہجہ ایسا تھا کہ لالہ رخ بمشکل سن سکی تھی کچھ الفاظ کی سمجھ آئی تھی اور کچھ کی نہیں اور جن کی سمجھ آئی تھی وہ ایسے تھے کہ اس کے بدن سے روح نکال سکتے تھے۔

''انہوں نے مار ڈالا سکندر اور میری رابعہ کو۔'' وہ بلک بلک کر رو دی تھی۔

''وہ تجھے کل تک یہاں رکھیں گے اور پھر کہیں اور دوسرے شہر لے جائیں گے۔'' اس عورت نے مزید کہا تو لالہ رخ کی گریہ ایک دم بند ہوگئی۔

''پلیز میری مدد کرو۔ مجھے یہاں سے نکالو میرے بچوں تک پہنچادو ورنہ وہ میرے بچوں کو بھی مار ڈالیں گے۔'' وہ سسک سسک کر روتے اس عورت کی منت کر رہی تھی۔

''میں خود بے بس ہوں بی بی! تیری مدد کیسے کر سکتی ہوں بس تجھ پر ترس آرہا ہے۔''

''پلیز تم مجھے یہاں سے نکال دو، پلیز۔'' وہ رو رہی تھی تبھی چوکیدار ادھر آگیا تھا۔

''کیا بات ہے کیوں چلا رہی ہے تو۔'' وہ بولا تو وہ عورت ایک دم سیدھی ہو کر خالی ٹرے لے کر چلی گئی دروازہ پھر سے بند ہوگیا۔ لالہ رخ شدت سے رونے لگی تھی۔

سکندر اور اپنی بچی رابعہ کا دکھ اسے جان سے مار دینے کو کافی تھا وہ بلک بلک کر رو رہی تھی تبھی اسے کوئی شور سنائی دیا۔ پہلے وہ اپنا وہم سمجھی اور پھر جب دو تین بار وہ آواز سنائی دی تو لالہ رخ کے کان کھڑے ہوگئے۔

اس نے اندھیرے کمرے کے اطراف میں دیکھا اور پھر ٹھٹک گئی وہاں موجود واحد کھڑکی کے پٹ بج رہے تھے۔ وہ فوراً اٹھ کر وہاں تک گئی کھڑکی کھولی تو دوسری طرف وہی عورت تھی اور درمیان میں سلاخوں کے آگے لوہے کی جالی تھی۔

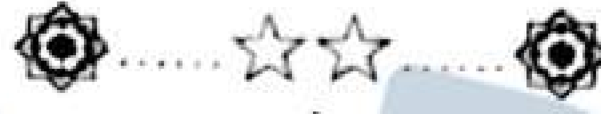
''بی بی میں نے اپنے مرد سے بات کی ہے ہم تو خانہ بدوش ہیں ہمارا کیا ہے تُو رات کو تیار رہنا ہم تجھے یہاں سے نکالیں گے۔'' لالہ رخ کو لگا کہ جیسے اس کے اندر زندگی کی کرن جاگ اٹھی ہو۔ وہ عورت کہہ کر چلی گئی لالہ رخ نے پھر کھڑکی بند کردی تھی وہ اب شدت سے اس عورت کی منتظر تھی اور پھر رات گیارہ بجے کے قریب کمرے کا دروازہ کھلا تھا لالہ رخ ایک دم چوکنا ہوگئی۔ وہ عورت تھی ہاتھ میں لالٹین لیے ہوئے تھی اور ساتھ میں کوئی مرد تھا۔

''بی بی جلدی آؤ وہ سب سو رہے ہیں ابھی تجھے نکلنا ہے یہاں سے۔'' دھیمی آواز میں اس نے کہا تھا اور لالہ رخ فوراً وہاں سے اٹھی اور بجلی کی سی تیزی سے ان دونوں کے ساتھ وہ اس عمارت سے نکل آئی تھی۔

''مجھے اپنے بچوں کے پاس جانا ہے پلیز مجھے میرے بچوں کے پاس لے جاؤ۔'' وہ پھر رونے لگ گئی تھی۔

''بی بی کچھ دیر رک جا اور ہمارے ساتھ چل حالات دیکھ کر تجھے تیرے بچوں تک پہنچا دیں گے۔'' اس عورت نے کہا تھا وہ مجبوراً خاموش ہوگئی اور پھر ان کے ساتھ آ گئی تھی وہ لوگ تیار بیٹھے تھے انہوں نے کچھ سامان ایک گدھا گاڑی پر لادا تھا اور اسے ساتھ لیے کسی اور طرف چل دیے تھے۔

ہمایوں کو فوراً اطلاع ملی تھی۔ لالہ رخ بھاگ گئی ہے وہ اسی وقت اپنے گھر سے نکلا تھا۔
''وہ کیسے بھاگ گئی۔'' وہ اپنے آدمیوں پر گرج رہا تھا اور وہ سب خاموش تھے۔
''وہ اپنے گھر گئی ہوگی جاؤ اور اس کے بچوں کے ساتھ اس پورے گھر کو آگ لگادو، ایک ثبوت بھی نہ بچے ورنہ تم سب کو ایک ایک کر کے مار ڈالوں گا۔'' دولت اور نشے کی ہوس نے ہمایوں کو پاگل بنادیا تھا۔
اس کے ساتھی چلے گئے اور وہ شدت سے ان کی واپسی کا انتظار کرنے لگ گیا تھا۔



شاہزیب صاحب مہرالنساء بیگم کو صرف اتنا بتایا تھا کہ شہوار کو بازیاب کرالیا گیا ہے مزید کچھ نہیں بتایا تھا۔
شہوار کی حالت اب خطرے سے باہر تھی اسے روم میں شفٹ کردیا گیا تھا تاہم وہ ابھی تک بے ہوش تھی۔
شہوار کی حالت دیکھ دیکھ کر مصطفیٰ کے اندر شدید غم و غصے کے طوفان اٹھ رہے تھے اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ ساری دنیا کو تہس نہس کرڈالے۔ وہ شاہزیب صاحب کو بتا کر آفس آ گیا تھا۔ اس نے امجد خان کو بلایا تھا۔
ایاز کی ڈیڈ باڈی پوسٹ مارٹم کے لیے گئی ہوئی تھی۔ جائے وقوعہ کی ساری رپورٹ لے کر مصطفیٰ نے امجد خان کو چند ہدایات دی تھیں۔
''میں ایک جگہ جارہا ہوں تب تک آپ یہ ساری کارروائی مکمل کر کے واپس آجائیں۔'' مصطفیٰ امجد خان کو کہہ کر اپنی گاڑی لے کر نکل آیا تھا۔ اس نے مختلف جگہ فون کیے اور پھر کچھ دیر بعد وہ ایک گھر کے سامنے گاڑی روک رہا تھا۔ پرانا سا گھر، گھر والوں کی مالی حیثیت ظاہر کررہا تھا لیکن مصطفیٰ لب بھینچے گاڑی سے نکلا تھا۔ اس نے گھر کے دروازے پر دستک دی تھی اور پھر وہاں سے ایک بچہ نکلا تھا۔ رات کی تاریکی میں وہ مصطفیٰ کو پہچان نہیں پایا تھا۔
''جی کون؟'' بچہ پوچھ رہا تھا تبھی اندر سے کسی اور خاتون کی آواز سنائی دی تھی۔
''امجد کون ہے؟''
وہ مانوس سی آواز مصطفیٰ کے کانوں میں پڑی تو مصطفیٰ کی رگیں تن گئی تھیں۔
تبھی ایک جانا پہچانا سا چہرہ اس لڑکے کے پیچھے دروازے کے قریب آرکا تھا۔
''کون ہے...... تم مصطفیٰ۔'' آنے والا اسے دیکھ کر ایک دم ساکت ہوگیا تھا۔



افشاں اور ضیا بہت پریشان تھے رات کے بارہ بج رہے تھے لیکن بچے تھے کہ آرام ہی نہیں کررہے تھے افشاں ان کو سنبھال کر تھک گئی تھی۔
عیسیٰ ماں باپ کے پاس جانے کی ضد کررہا تھا۔
ضیاء اسے لے کر باہر نکلنے لگے تو روشی بھی رونے لگ گئی تھی۔
''میں ان کو آئس کریم کھلاتا ہوں تم دروازہ اچھی طرح بند کر کے رہنا میں کچھ دیر میں آجاتا ہوں۔'' ضیا عیسیٰ کی بار بار ضد پر دونوں بچوں کو لے کر نکل گیا تھا اس کے جانے کے بعد افشاں نے دروازے بند کرلیے تھا عائشہ کو دوائی کھلا کر اس نے سلا دیا تھا وہ بہت پرسکون تھی۔ کچھ دیر بعد دروازے کے باہر عجیب سی آوازیں آنے لگیں تو افشاں خوفزدہ ہوگئی وہ ننھی عائشہ کو بازو میں لیے باہر کھڑکی کی طرف آئی تھی۔
باہر کان لگا کر کچھ سننے کی کوشش کی تھوڑی سی کھڑکی کھول کر دیکھا تو وہاں صحن میں کچھ سائے چلتے پھرتے نظر آئے تھے اور ان کی ہلکی ہلکی سی سرگوشیاں۔

''چاروں طرف پیٹرول چھڑک دیا ہے وہ بھاگ کر آئی ہے تو یقیناً اندر ہی ہوگی۔ بس گھر کو آگ لگادو۔ وہ بچوں سمیت جل کر مرکھپ جائے گی۔'' آوازیں تین چار تھیں افشاں کا دل ایک دم کانپا تھا۔
وہ چند منٹ اور سانس روکے کھڑی رہی اور پھر آوازیں بلند ہونا شروع ہوگئی تھیں یہ نئی کالونی تھی دور دور بنے چند ایک گھر ابھی کچھ زیر تعمیر تھے اور جو بن چکے تھے اس میں کہیں کہیں اور دور آبادی تھی۔ افشاں نے کھڑکی بند کی تھی۔
وہ باہر کے دروازے تک آئی تھی، تھوڑا سا دروازہ کھولا کہ سامنے کوئی بھی نہ تھا۔ وہ باہر نکلی اور پھر اندھا دھند بھاگی تھی۔
''دیکھو وہ بھاگ گئی ہے۔ پکڑو اسے جلدی کرو۔'' کوئی افشاں کے پیچھے چیخا تھا افشاں کے قدموں میں تیزی آگئی تھی۔ کئی قدموں کی چاپ اس کے تعاقب میں تھی اور بھاگتے بھاگتے وہ ایک گھر کے سامنے بنے درخت کے عقب میں موجود گھنی باڑ میں چھپ گئی تھی۔ وہ بھاگتے قدم اس سے آگے چلے گئے تھے۔ ننھی عائشہ اس افتاد سے بے خبر گہری نیند میں میڈیسن کے زیر اثر سو رہی تھی۔ وہ بھاگتے قدم واپس آئے تھے۔
''وہ عورت یہیں سے کہیں نکلی ہے۔'' اسی مقام پر آکر ایک نے کہا تھا۔
''کچھ کرو اگر ہمایوں صاحب کو پتا چل گیا کہ وہ عورت یہاں سے بھی بھاگ گئی ہے تو وہ ہمیں جان سے مار ڈالیں گے۔'' ایک اور چلایا تھا۔
وہ لوگ آپس میں مشورہ کرنے لگ گئے کہ اب کیا کریں افشاں دم سادھے کھڑی تھی تبھی ایک آدمی دور سے بھاگتا ہوا آیا تھا۔
''وہ عورت بچوں کو لے کر گھر میں داخل ہوئی ہے جلدی آؤ۔'' افشاں چونک گئی تھی۔ یعنی لالہ رخ واپس آگئی تھی لیکن یہ بچے کون تھے، یہ لوگ کس کی بات کر رہے تھے۔ وہ چاروں واپس بھاگ گئے تھے۔
کچھ دیر بعد افشاں وہاں سے نکلی تھی اور پھر ڈرتے ڈرتے وہ واپس گھر کی طرف گئی تھی نجانے کیا چیز اسے واپس اس جانب دھکیل رہی تھی۔ اندر سے عورت کے چیخنے کی آوازیں آرہی تھیں ساتھ بچے رو رہے تھے چلا رہے تھے کچھ کہہ رہے تھے لیکن شور میں کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا اور پھر افشاں نے جو دیکھا اس کی آنکھیں پھٹ گئی تھیں۔ ایک آدمی نے گھر کو چاروں طرف سے آگ لگادی تھی۔
آگ ایک دم بھڑکی تھی اور پھر شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے تھے افشاں کو لگا کہ وہ ابھی بے ہوش ہوکر یہیں گر جائے گی وہ بے اختیار پیچھے ہٹی تھی۔
نجانے کون سی قوت تھی جو اسے بھگا رہی تھی وہ اندھا دھند بھاگتی رہی تھی، وہ ذیلی سڑکوں سے نکل کر بڑی سڑک پر آگئی لیکن اس کی رفتار پھر بھی کم نہ ہوئی وہاں اکا دکا گاڑیاں آجا رہی تھیں۔
اسے لگ رہا تھا کہ وہ لوگ اس کے تعاقب میں ہیں وہ اسے اور عائشہ کو جھپٹ کر واپس آگ میں دھکیل دیں گے۔ تبھی اندھا دھند بھاگتے وہ بہت زور سے مخالف سمت سے آتی ایک تیز رفتار گاڑی سے ٹکرائی تھی۔
عائشہ اس کے بازو سے نکل کر کہیں دور جاگری تھی گاڑی اسے کچل کر آگے جاکر بے اختیار رکی تھی۔



سجاد بھائی لائبہ کے پاس تھے ماں جی شہوار کے پاس آگئی تھیں شاہزیب صاحب سے ساری بات سن کر وہ رو دی تھیں۔
''اس بدبخت نے کس قدر بڑا نقصان پہنچایا ہے ہمارے بچوں کو۔'' وہ شدت سے رو دی تھیں۔

''وہ مر چکا ہے اب اس کا ذکر مت کریں اللہ نے ہماری بچی کی زندگی بچالی ہے۔ ہمارے لیے بس یہی کافی ہے۔'' شاہزیب صاحب نے بیگم کو دلاسہ دیا تھا۔
وہ آنکھیں صاف کرتیں کمرے میں چلی گئی تھیں۔ شہوار سو رہی تھی ڈاکٹرز نے اسے سکون بخش انجکشن لگا دیا۔ وہ خود پر بیتنے والی اس افتاد سے بے خبر تھی۔ مہرالنساء نے بہت ضبط سے شہوار کے وجود کو دیکھا۔ اس کا بھرا بھرا وجود اس وقت خالی تھا۔ ان کو اپنا کلیجہ منہ کو آتا محسوس ہوا تو انہوں نے دوپٹہ منہ پر رکھ لیا، شہوار کو جب علم ہوگا تو نجانے دکھ کی کیا کیفیت ہوگی اور مصطفیٰ وہ بھی موجود نہ تھا نجانے کہاں چلا گیا تھا؟
وہ سمجھ سکتی تھیں کہ اس وقت مصطفیٰ دکھ کی کس کیفیت میں ہوگا۔
انہوں نے اپنی آنکھوں کو صاف کرتے شہوار کی جھک کر پیشانی چومی تھی اور پھر ان کی آنکھیں نم ہونے لگی۔



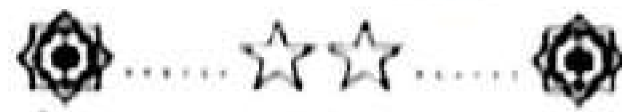
ضیا بچوں کو لے کر واپس آیا تو دیکھ کر ٹھٹک گیا تھا۔ گھر آگ کے شعلوں کی نذر تھا۔ وہ دیکھ کر ساکت ہوا ساتھ ہی اس کے دل کی دھڑکن ایک دم رکی تھی۔ روشی سو چکی تھی وہ اس کے کندھے سے لگی ہوئی تھی اور عیسیٰ ضیا کی انگلی تھامے چل رہا تھا۔
ضیا کو گھر سے نکلے صرف ایک گھنٹہ ہوا تھا اور اتنا کچھ ہو چکا تھا عیسیٰ آگ کو دیکھ کر رونے لگ گیا تھا۔
ضیا نے اور دور گھروں میں موجود چند ایک مکینوں کو جگایا تھا لیکن سب بے کار تھا آگ کی شدت بہت تیز تھی۔ وہ کسی بھی طرح قابو میں نہیں آ رہی تھی۔ اب اکا دکا لوگ بھی جمع ہونا شروع ہو گئے تھے۔ جوں جوں وقت گزر رہا تھا سفیدی پھیل رہی تھی فائر بریگیڈ والے آگ بجھا رہے تھے اور پھر جب آگ بجھی تو گھر تباہ ہو چکا تھا۔
''میری افشاں اندر تھی۔'' ضیا اندر جانا چاہتا تھا لیکن پولیس کسی کو بھی اندر نہیں جانے نہیں دے رہی تھی۔
اور پھر گھر کی باقیات میں سے ایک خاتون اور بچیوں کے ساتھ ایک لڑکے کی مسخ شدہ جلی ہوئی لاش برآمد ہوئی تھی۔
ایک بچی عائشہ کی عمر کی تھی اور ایک روشی اور بچہ عیسیٰ کی عمر کا تھا جبکہ عورت افشاں کی عمر کی تھی۔ ان بچوں اور عورت کو دیکھ کر ضیا ساکت ہو گیا تھا۔ اگر یہ عورت افشاں تھی اور ننھی بچی عائشہ تھی تو باقی بچے کون تھے؟ چاروں لاشیں اس قدر جل چکی تھیں کہ ان کی پہچان ممکن ہی نہ تھی ان لاشوں کو پوسٹ مارٹم کے لیے بھیج دیا گیا تھا وہ سارا دن بیت چکا تھا علاقے میں خوف و ہراس پھیلا ہوا تھا۔ ضیا اپنے رشتے داروں کے ہاں آ گیا تھا دونوں بچے وہی لوگ سنبھال رہے تھے خالہ بی کا بھی کوئی اتا پتا نہ تھا اس نے امریکہ اطلاع کر دی تھی صبوحی اور وقار کا برا حال تھا۔
اور پھر دن پر دن گزرتے رہے ضیا کی فلائٹ کی تاریخ گزر گئی پوسٹ مارٹم کی رپورٹ عجیب سی تھی۔
جس سے کچھ بھی اندازہ نہ ہو سکا بس اس بات کا علم ہوا تھا کہ سب کو باندھ کر تیل چھڑک کر آگ لگائی گئی تھی۔ لاشیں اس قابل نہ تھیں کہ ان کو بہت دن تک رکھا جاتا اور جلد ان کو دفنا دیا گیا۔ ضیا کو پولیس نے صرف تسلی دی اور فائل بند ہو گئی وہ پولیس اسٹیشن کے چکر لگاتا رہا اور کہیں کوئی سراغ نہ ملا۔
دوسری طرف امریکہ میں جس کے پاس سکندر کی کچھ دکانیں تھیں وہ شخص ہیر پھیر کر رہا تھا وقار کا اس سے جھگڑا ہوا تو اس نے وقار کو اندر کروا دیا تھا۔ صبوحی کا دیار غیر میں اور تھا ہی کون؟
اس کی بری حالت تھی بچوں کا ساتھ اور غیر ملک وہ بالکل بے بس تھی۔ مجبوراً ضیا کو واپس جانا پڑا وہ عیسیٰ کو یہاں تنہا نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ اس نے عیسیٰ کے کاغذات تیار کرائے اور پہلی بار اس نے ایک غیر قانونی کام کیا تھا اس نے عیسیٰ کا نام بدل کر اس کو اپنا بیٹا شو کرتے جعلی کاغذات بنوائے تھے اور پھر عیسیٰ اور روشی کو لے کر افشاں کے بغیر ہی

اسے واپس امریکہ جانا پڑا تھا۔ قانونی چارہ جوئی کے بعد وقار تو باہر آ گیا تھا لیکن ضیا، کا اس آدمی سے پھر جھگڑا ہو گیا تھا اور اس بار جھگڑا بہت شدید نوعیت کا تھا۔

جواباً گولی چلی اور ضیا سے وہ آدمی شدید زخمی ہوا تھا لوگ اسے اسپتال لے گئے اور ضیا بھاگ گیا جاتے جاتے وقار کو نئے ٹھکانے کا بتا دیا تھا۔

صبوحی اور وقار کو بھی وہ جگہ بحالت مجبوری اسی وقت چھوڑنا پڑی تھی وہ چاروں بچوں کو لے کر ضیا کی بتائی گئی جگہ پر پہنچ گئے وہ سب بالکل خالی ہاتھ تھے۔

وہاں کچھ عرصہ رہے تھے اور پھر ان لوگوں نے خاموشی سے وہ شہر چھوڑ دیا اور پھر وہاں زندگی ایک نئے انداز میں شروع ہوگئی تھی جس میں ان تھک محنت اور جدوجہد شامل تھی، سب کچھ دوبارہ حاصل کرنے کے لیے ایک لمبا چوڑا سفر طے کیا تھا۔



وہ لوگ اپنے اپنے کمروں میں تھے کاشفہ آج شام کے بعد جب گھر آئی تو اس کی حالت بڑی عجیب سی تھی وہ کمرے میں چلی گئی تھی اور پھر کمرے کی چیزیں توڑنے لگی، شور سن کر وہ دونوں کمروں سے نکلی تھیں۔ مام کمرے کی حالت دیکھ کر حیران ہوئی تھی۔

''یہ کیا کر رہی ہو تم؟''

''میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی، اس بلیڈی نے میرے ساتھ دھوکہ کیا ہے۔'' وہ چیخ رہی تھی جو چیز ہاتھ لگتی پھینکتی جا رہی تھی۔ عادلہ بھی وہاں آ گئی تھی۔

''کس نے دھوکہ دیا؟''

''اس بلیڈی انا نے، اس نے سب کچھ ولید کو بتا دیا، میں اب اسے نہیں چھوڑوں گی، میں اسے شوٹ کر دوں گی، آئی ول کل ہر۔'' وہ چیخ چلا رہی تھی عادلہ نے ناسمجھی سے ماں کو دیکھا تھا۔

''آرام وسکون سے بیٹھو، اچھا لو یہ پانی پیو۔'' مام نے اسے سنبھالنا چاہا تھا گلاس میں پانی ڈال کر دیا۔ اس نے ہاتھ مار کر گلاس توڑ دیا تھا۔

''وہ نفرت کرتا ہے مجھ سے اس نے پبلک کے سامنے میری انسلٹ کی مجھے تھپڑ مارا کسی کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گی میں۔'' وہ ڈیپریشن کی آخری حد پر تھی۔

عادلہ نے اسے دیکھا اور پھر بیڈ کے پاس آ کر اس نے درازیں کھنگالی تھیں۔ کاشفہ اس وقت ڈرنک کیے ہوئے تھی اسے کچھ بھی سمجھانا بے سود تھا۔ عادلہ نے دراز میں کچھ پلز نکالی تھیں اور کمرے سے نکل گئی تھی دوبارہ وہ گلاس میں پانی لیے اندر آئی تھی۔

کاشفہ زمین پر بیٹھی ہوئی تھی اور مام اسے سمجھا رہی تھیں اور وہ مسلسل سرنفی میں ہلا رہی تھی، اس کی آنکھوں میں عجیب سی کیفیت تھی۔

''یہ پلز لے لو۔'' عادلہ نے سختی سے کہا تھا۔ کاشفہ نے بہن کو گھورا اور اسے دھکیلنے کی کوشش کی تھی۔ عادلہ نے اس کے پاس بیٹھ کر زبردستی اس کے منہ میں پلز ڈال کر اس کے منہ سے گلاس لگا دیا تھا۔ کچھ پانی اس نے پیا تھا اور کچھ اس کے کپڑوں پر گرا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ پرسکون تھی اسے نیند آنا شروع ہوگئی تھی وہ سوگئی تو دونوں اسے بستر پر لٹا کر کمرے سے نکل آئی تھیں۔

''کاشفہ کا یہ پاگل پن اور جنونیت دن بدن بڑھتا ہی جارہا ہے۔'' عادلہ نے تشویش سے کہا تھا۔

''مجھے تو ڈر لگنے لگا ہے کہ کہیں یہ بھی ایاز کی روش پر نہ چلنے لگ جائے نجانے وہ کہاں ہے کئی دن ہوگئے ہیں اس کی کوئی خیر خبر نہیں اور تمہارے ڈیڈ ہیں وہ بھی نجانے کہاں ہیں کوئی رابطہ نہیں کوئی اطلاع نہیں۔'' عادلہ نے خاموشی سے ماں کو دیکھا تھا۔

عبدالقیوم ملک سے باہر بھاگ چکا تھا اور ایاز نجانے کہاں ٹھکانہ بنائے ہوئے تھا اور عبدالقیوم نے باہر جانے کے بعد کوئی رابطہ نہیں رکھا تھا۔

جب دولت ناجائز ذرائع سے کمائی جائے تو اس کے یہی نتائج نکلتے ہیں جو آج یہ پورا خاندان بھگت رہا تھا۔

عادلہ مام کے پاس بیٹھ کر ان کی دلجوئی کررہی تھی جب ان کے گھر کا فون بجا تھا۔

اس نے کال ریسیو کی اور دوسری طرف سے جو بتایا گیا تھا وہ سنتے ہی عادلہ کے اوسان خطا ہوگئے۔ اس کے ہاتھ سے ریسیور چھوٹ گیا تھا۔

''مام......'' وہ چیخنے لگ گئی تھی۔

''ماما ایاز......ایاز......'' الفاظ اس کے ہونٹوں سے ادا نہیں ہورہے تھے

''کیا ہوا ایاز کو؟'' وہ بہت گھبرا گئی تھیں۔

''مام ایاز پولیس ان کاؤنٹر میں مارا گیا ہے۔ ایاز کے دوست کی کال تھی اسے بھی کسی نے ابھی اطلاع دی ہے۔'' وہ بتا کر چیخ چیخ کر رونے لگ گئی اور مام وہ بے حس و حرکت عادلہ کو دیکھے جارہی تھیں۔

ان کی کیفیت ایسی تھی کہ جیسے اس خبر نے ان کو بہت زیادہ شاک پہنچایا ہو۔

عادلہ شدت سے رو رہی تھی اور مام بے یقین نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں تبھی گھبرایا ہوا پریشان سا چوکیدار فوراً اندر داخل ہوا تھا۔

''بیگم صاحبہ باہر پولیس آئی ہے' سارے گھر کو گھیرے میں لے رکھا ہے اور اندر داخل ہونا چاہتی ہے۔'' یہ دوسرا جھٹکا تھا۔ روتی ہوئی عادلہ نے حیرانی سے اسے دیکھا تھا۔ چوکیدار نے ایک دو پل عادلہ اور بیگم صاحبہ کے حکم کا انتظار کیا تھا۔ دونوں گم صم تھیں عادلہ کو تو کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ کیا کرے اور پھر کچھ دیر پولیس کی نفری ان کے گھر میں داخل ہورہی تھی۔

ان ماں بیٹی کو لیڈی پولیس نے ایک طرف بٹھا لیا تھا اور خود کمروں کی تلاشی لینے لگے۔ ایک کمرے سے نیند میں جھولتی کاشفہ کو بھی دو لیڈی پولیس کانسٹیبل پکڑ کر باہر لے آئی تھیں۔

جن کو کاشفہ گالی گلوچ کے ساتھ ساتھ مغلظات بک رہی تھی۔ کاشفہ کو لاکر انہوں نے اس کی ماں کے ساتھ صوفے پر بٹھا دیا تھا۔

ان کے گھر میں ہر کمرے میں، ہر جگہ پولیس کے آدمی دندناتے پھر رہے تھے اور عادلہ تھی کہ حیرت سے آنکھوں میں نمی لیے ان کو دیکھ رہی تھی۔



مصطفیٰ تابندہ کو اپنے سامنے دیکھ کر ضبط سے ہونٹ دانت تلے دبا گیا تھا اور تابندہ بی ان کی تو وہ حالت تھی کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔

''مصطفیٰ تم۔'' انہوں نے سہارے کے لیے دروازے کا پٹ تھاما تھا۔

"ہاں میں۔" مصطفیٰ کا انداز طنزیہ تھا۔ کچھ دیر بعد مصطفیٰ تابندہ بی کے ساتھ ان کے گھر کے ایک کمرے میں موجود تھا۔ گھر پرانی طرز کا تھا چند کمرے تھے لکڑی کی چھتیں اور بوسیدہ دیواریں تھیں۔

"اس وقت کسی بھی سوال و جواب کا میرے پاس کوئی وقت نہیں۔" تابندہ بی مصطفیٰ کے سامنے مجرموں کے سے انداز میں بیٹھی ہوئی تھیں جبکہ مصطفیٰ کا انداز بے لچک تھا۔

"شہوار کی طبیعت بہت خراب ہے وہ اسپتال میں ہے آپ کو میرے ساتھ ابھی چلنا ہوگا۔" دوٹوک لہجے میں کہا تھا۔ تابندہ نے از حد پریشانی سے مصطفیٰ کی صورت دیکھی تھی۔

"کیا ہوا شہوار کو؟" انہوں نے بے تابی سے پوچھا تھا۔

"میرے ساتھ چلیے آپ کو خود علم ہوجائے گا۔" مصطفیٰ بے لچک انداز میں کہہ کر کھڑا ہوگیا تھا جواباً تابندہ بی کو بھی کھڑا ہونا پڑا تھا۔ انہوں نے کچھ کہنا چاہا پھر لب بھینچ لیے۔

"میں آتی ہوں۔" وہ نم لہجے میں کہہ کر چلی گئی تھیں اور کچھ دیر بعد لباس بدل کر چادر اور پرس لے کر لوٹی تھیں۔ ساجدہ اور بچے حیرت سے سب دیکھ رہے تھے۔ تابندہ خالہ بی کے پاس گئی تھیں۔ انہیں تسلی دی تھی کہ وہ جلد آجائیں گی وہ کچھ دیر کے لیے شہوار کے پاس جارہی ہیں۔ ان سب کو تسلی دلاسے دے کر وہ مصطفیٰ کے ساتھ اس کی گاڑی میں آ بیٹھی تھیں۔ مصطفیٰ بہت سنجیدگی سے ڈرائیو کررہا تھا۔ اس نے ایک دوبار کسی سے فون پر بات کی تھی۔

"ہاں امجد کیا پوزیشن ہے، تم لوگ گھر کو حراست میں رکھو عبدالقیوم کو واپس لانے کے لیے یہ سب بہت ضروری ہے اور ہاں ان تینوں خواتین پر کڑی نگاہ رکھنی ہے گھر سے باہر نہیں نکلنے دینا۔" کال بند کرکے وہ پھر گاڑی ڈرائیو کررہا تھا۔ تابندہ بی گاہے بگاہے مصطفیٰ کے سپاٹ تاثرات دیکھ رہی تھیں۔ ان کے اندر اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ مصطفیٰ کو مخاطب کر پاتیں۔ وہ کچھ دیر یونہی الجھن اور کشمکش میں بیٹھی رہی تھیں اور پھر انہوں نے ایک گہرا سانس خارج کرتے سیٹ سے سر ٹکا کر آنکھیں بند کرلی تھیں۔ ان کی آنکھوں سے نمی گالوں پر بہنے لگی تو مصطفیٰ نے سنجیدگی سے انہیں دیکھا تھا۔

اس نے کچھ کہنا چاہا پھر لب بھینچ لیے تھے۔

کافی دیر بعد مصطفیٰ نے گاڑی اسپتال کے احاطے میں روکی تو تابندہ نے آنکھیں کھولی تھیں۔ مصطفیٰ نے دیکھا ان کی آنکھیں بے حد سرخ تھیں۔ ماضی سے حال تک کا سفر طے کرتے کرتے ساری سرخی جیسے ان کی آنکھوں میں سمٹ آئی تھی۔

کاش وہ بتا سکتیں کہ انہوں نے کیا کچھ برداشت کیا تھا۔ کیا کچھ سہا تھا۔ وہ خاموشی سے اتری تھیں۔ مصطفیٰ گاڑی پارک کرکے ان کے ساتھ چلتا ہوا اندر کی طرف بڑھا تھا کافی بڑا اسپتال تھا مختلف راہداریوں سے گزرتے وہ جب روم میں داخل ہوئے تو وہاں موجود لوگوں کو دیکھ کر تابندہ ایک دم ساکت ہوگئی تھیں، وہ سب بھی ان کو دیکھ کر چونک گئے تھے۔

"تابندہ....." مہرالنساء بیگم پکاری تھیں وہ اٹھ کر تابندہ کی طرف آئی تھیں۔ انہوں نے تابندہ بی کو گلے لگایا تھا اور تابندہ بی ان کے گلے لگ کر یوں روئی تھیں گویا برسوں سے بچھڑا کسی اپنے سے مل کر روتا ہو۔

عباس اور شاہزیب بھی وہیں تھے وہ سبھی حیرت زدہ تھے۔ یہ ایک دم اچانک مصطفیٰ کے ہمراہ تابندہ بی کہاں سے آ گئی تھیں۔

"کیا ہوا میری بچی کو؟"

تابندہ بی نے مہر النساء بیگم سے جدا ہو کر ان کو دیکھا تو وہ نظریں جھکا گئی تھیں۔ تابندہ بی عباس کے کندھے پر ہاتھ رکھے شاہزیب کو سلام کرتے شہوار کی طرف بڑھی تھیں۔ وہ ابھی بھی انجکشن کے زیر اثر تھی۔

''شہوار.....'' انہوں نے محبت سے شہوار کے چہرے پر ہاتھ رکھا تھا۔

''ڈاکٹر کہہ رہے تھے کہ اسے صبح تک ہوش آئے گا۔'' انہوں نے سوالیہ نظروں سے مصطفیٰ پھر مہر النساء بیگم کو دیکھا تو انہوں نے بتایا تھا۔

شاہزیب صاحب عباس اور مصطفیٰ کو لے کر کمرے سے نکل گئے تھے۔ تابندہ بی نے پھر مہر النساء سے پوچھا تھا جواباً انہوں نے ساری کہانی کہہ سنائی تھی۔ شہوار کا مس کیرج ہوا تھا اتنا بڑا صدمہ تھا۔ تابندہ بی کا دل غم سے پھٹنے لگا۔ انہوں نے بہت محبت اور توجہ سے شہوار کو پالا تھا۔ کبھی کوئی تکلیف نہ آنے دی تھی اور اب جب یہ خوشی مل رہی تھی تو کیسے وہ خوشی اس سے دور ہوگئی تھی۔

وہ رات ان سب کے لیے بہت اذیت ناک تھی۔

ماں جی نے عائشہ اور صبا کو کال کر دی تھی، اگلی صبح صبح دونوں بہنیں آ گئی تھیں عائشہ تو ادھر ہی رہی تھی جبکہ صبا لائبہ کے پاس چلی گئی تھی صبح کے وقت شہوار کی نیند ٹوٹی تھی۔ وہ تابندہ کو دیکھ کر ساکت رہ گئی تھی۔

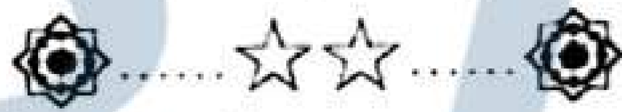
''امی.....'' تابندہ بی نے اس کے ہاتھ کو محبت سے چوم لیا تھا۔ شہوار حیرت سے ماں کو دیکھ رہی تھی۔ اس وقت

اس کے ذہن میں کوئی اور خیال کوئی تصور نہ تھا۔
''امی آپ.......؟''
''ہاں میری جان میں ہوں۔'' وہ پھر رودی تھیں اور پہلی بار شہوار کے ذہن کو کچھ کلک ہوا تھا۔ اس نے چونک کر اطراف میں دیکھا۔ کمرے میں مہرالنساء بیگم بھی تھیں لیکن کمرہ کوئی اور تھا۔ ایک دم اس کے ذہن میں کوئی جھماکا ہوا تھا۔ لائبہ کے ہاں بیٹے کی ولادت ہوئی تھی وہ کلینک میں تھی جب ایاز اور اس کے ساتھی اچانک وہاں آدھمکے تھے اور انہوں نے اس کو دبوچ لیا تھا اور اسے زبردستی ساتھ لے گئے تھے اس نے مزاحمت کرنا چاہی تھی لیکن ایاز نے اسے بے ہوش کردیا تھا اور پھر جب اسے ہوش آیا تھا تب وہ ایاز کے پاس تھی۔
ایاز نے اسے درندوں کی طرح پیٹنا شروع کردیا تھا اور درد سے نڈھال ہوتے وہ زمین پر گری تھی اس کے اندر اٹھنے والے درد نے اسے بہت جلد ہواس سے بیگانہ کردیا تھا۔ شہوار چونکی تھی۔ اس نے اطراف میں دیکھا اور پھر خود پر جھکی تابندہ کو۔
''مجھے کیا ہوا ہے؟'' وہ پریشان ہوچکی تھی۔ تابندہ بی نے نگاہ چرا کر مہرالنساء کو دیکھا وہ بھی فوراً قریب آئی تھیں۔
''کچھ نہیں ہوا، بس تمہاری طبیعت کچھ خراب تھی تو اسپتال لے آئے تھے۔'' مہرالنساء بیگم نے اسے ٹالنا چاہا لیکن شہوار کے چہرے کی کیفیت نہ بدلی تھی۔ اسے ڈرپ لگی ہوئی تھی اس نے اٹھنے کی کوشش کرنا چاہی تو مہرالنساء بیگم نے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے اٹھنے سے منع کردیا تھا۔
''سب ٹھیک ہے ٹینشن نہ لو۔'' شہوار نے خوفزدہ نظروں سے انہیں دیکھا انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔
''ایاز کے ٹھکانے پر مصطفیٰ نے ریڈ کیا تھا ایاز مارا گیا ہے اب سب ٹھیک ہے۔'' مہرالنساء بیگم نے بتایا تو شہوار کے چہرے کی کیفیت بدلی تھی۔ اس نے آہستگی سے اپنا بایاں ہاتھ اٹھایا اور اپنے پیٹ پر رکھا تھا وہ کچھ محسوس کرنا چاہ رہی تھی لیکن کچھ سمجھ نہ آرہی تھی پھر ایک دم اس کے چہرے کی کیفیت بدلنا شروع ہوگئی تھی۔
''دیکھو تابندہ بھی اب آگئی ہے یہ اب کہیں نہیں جائیں گی۔'' اس بدلتی کیفیت کو دیکھتے مہرالنساء بیگم نے کہا تھا۔ ساتھ تابندہ بوا کو دیکھا تو انہوں نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔
جبکہ شہوار ہر چیز سے بے نیاز ایک دم پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع ہوگئی تھی۔
مہرالنساء بیگم اور تابندہ بی کے تو ہاتھ پاؤں پھولنے لگے تھے۔
''میں مصطفیٰ کو بھیجتی ہوں۔'' مہرالنساء بیگم نے گھبرا کر کہا اور پھر وہ باہر چلی گئی تھیں۔ تابندہ بی شہوار کو سنبھال رہی تھیں لیکن شہوار کا رونا تھا کہ کم ہی نہیں ہورہا تھا۔ چند سیکنڈ بعد مصطفیٰ تیزی سے کمرے میں داخل ہوا تھا۔ تابندہ بی مصطفیٰ کو آتے دیکھ کر خود کمرے سے نکل گئی تھیں۔
''شہوار۔'' مصطفیٰ نے شہوار کو تھام لیا تھا۔ شہوار مصطفیٰ کے ساتھ لگ کر شدت سے روئی تھی۔ مصطفیٰ نے کچھ نہیں کہا تھا بس اسے اپنے اندر کا غبار نکالنے دیا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ اس وقت کس کیفیت سے گزر رہی ہوگی اور رو رو کر وہ تھک گئی تو مصطفیٰ سے الگ ہوکر وہ تکیے پر سر رکھ کر آنکھوں پر بازو رکھ کر لیٹ گئی تھی۔
مصطفیٰ نے اسے خاموشی سے لیٹنے دیا تھا وہ خود بھی ابھی اس سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔
کچھ دیر بعد مہرالنساء بیگم اور تابندہ بی کے ساتھ ڈاکٹر بھی آگئی تھیں۔ ڈاکٹر نے شہوار کو چیک کیا تھا۔ شہوار محض خاموش رہی تھی اس نے بس سر ہلایا تھا۔ مہرالنساء بیگم اور تابندہ بی کو اس کی خاموشی سے عجیب سی وحشت ہونے لگی

تھی۔ مصطفیٰ باہر آیا تو مہرالنساء بیگم بھی آ گئی تھیں۔

''شہوار اس قدر خاموش کیوں ہے، بات کیوں نہیں کر رہی''

''اتنے بڑے حادثے سے وہ گزری ہے ایسے میں ایسی کیفیت ہو جانا بہت فطری سی بات ہے آپ اسے فی الحال اس کے حال پر چھوڑ دیں یہ زخم ایسا ہے کہ ایک دم ٹھیک نہیں ہونے والا بہت وقت لگتا ہے۔'' مصطفیٰ کا خود ضبط سے برا حال تھا مہرالنساء بیگم نے خاموشی اور افسردگی سے اسے دیکھا تھا اور وہ اپنی بات کہہ کر آگے بڑھ گیا تو مہرالنساء بیگم نے بہت افسردگی اور رنجیدگی سے دوبارہ کمرے کی طرف قدم بڑھائے تھے۔



ولید آج روٹین کے خلاف صبح جلد بیدار ہوا تھا۔ وہ تیار ہو کر ناشتے کی ٹیبل پر آیا تو وہاں سبھی موجود تھے بشمول انا وقار کے۔ انا کو دیکھ کر ولید کے تیور بدلے تھے۔ جبکہ باقی سب اسے اچھی طرح تیار دیکھ کر حیران ہوئے تھے۔

''کہاں کی تیاری ہے؟'' جیسے ہی وہ نارمل انداز میں کرسی گھسیٹ کر بیٹھا تو احسن نے پوچھا تھا۔

''میں جبری چھٹیوں اور بیڈ ریسٹ سے تنگ آ چکا ہوں اس لیے آج سے میں آفس جاؤں گا۔'' کمال بے نیازی سے اس نے کہا تھا جبکہ سب نے گھورا تھا۔

انا ولید کے آ جانے سے شدید ڈسٹرب ہوگئی تھی۔ وہ اخبار دیکھ رہی تھی ولید کے آنے پر مکمل طور پر اخبار میں سر دے دیا تھا۔

''اتنی جلدی کیا ہے، ابھی تمہارا ٹریٹمنٹ چل رہا ہے مکمل طور پر صحت یاب ہو جاؤ تو پھر چلے جانا۔'' ضیا صاحب نے کہا تو ولید نے سنجیدگی سے باپ کو دیکھا تھا۔

''میں تنگ آ چکا ہوں اس سے زیادہ فارغ گھر میں نہیں رہ سکتا اس لیے میں ضرور آفس جاؤں گا۔'' قطعی انداز تھا۔

''او کے، ایز یو وش لیکن ڈرائیور ساتھ ہوگا تم خود گاڑی ڈرائیو نہیں کرو گے۔'' وقار صاحب نے مسکرا کر رضا مندی دے دی تھی وہ مسکرایا تھا ایک اخبار پڑھتے انا چونکی تھی۔

''اوہ نو۔'' اس کی آواز اس قدر بے اختیار تھی کہ سب نے اسے دیکھا تھا۔

''کیا ہوا؟'' اس کے بائیں طرف بیٹھی روشی نے پوچھا۔

انا نے اخبار چہرے سے ہٹایا تھا وہ کوئی خبر پڑھ رہی تھی، جوں جوں پڑھتی جا رہی تھی اس کے چہرے پر تشویش کی کیفیت پیدا ہوتی جا رہی تھی۔

''کوئی خاص خبر ہے کیا؟''

روشی نے پھر پوچھا تو اس نے بہت دکھ سے اسے دیکھا اور خاموشی سے اس کا موبائل اٹھا کر تیزی سے وہاں سے چلی گئی تھی۔

''اسے کیا ہوا؟'' صبوحی بیگم نے حیرت سے دیکھا تھا۔ روشی نے خاموشی سے اخبار تھام لیا وہ وہی خبر پڑھنے لگ گئی تھی جو کچھ دیر پہلے انا پڑھ رہی تھی۔

''شہر کے مشہور بزنس مین عبدالقیوم کا بیٹا ایاز عبدالقیوم گزشتہ رات پولیس ان کاؤنٹر میں مارا گیا لاش پوسٹ مارٹم کے لیے اسپتال منتقل کر دی گئی ہے۔'' اس نے با آواز بلند خبر پڑھی تھی ولید بھی چونکا تھا۔ اس نے تیزی سے روشی سے اخبار لے لیا تھا۔

باقی کی جو تفصیلات تھیں اس کو پڑھتے ہی ولید ایک دم ساکت ہوا تھا۔ روشی اٹھ کر انا کے پیچھے آئی تھی وہ تیزی

سے کوئی نمبر ملا رہی تھی لیکن دوسری طرف کوئی کال پک نہیں کر رہا تھا۔
''مصطفیٰ بھائی کے نمبر پر کال کرلو میرے موبائل میں وہ سیو ہے۔'' روشی نے کہا تو اس نے دوبارہ نمبر ڈائل کیا تھا اور پھر کچھ دیر بعد کال پک کرلی گئی تھی۔
''وعلیکم السلام کیسی ہیں؟'' دوسری طرف مصطفیٰ بہت سنجیدہ تھا۔
''میں نے ابھی نیوز پیپرز دیکھا ہے آئی کانٹ بیلوائٹ ایاز مر گیا اور شہوار وہ ٹھیک ہے نا؟''
''ہاں شہوار ٹھیک ہے۔'' مصطفیٰ کا انداز سنجیدہ تھا۔
''کون سے اسپتال میں ہیں آپ لوگ میں ابھی پہنچتی ہوں؟''
اس نے پوچھا تو جواباً مصطفیٰ نے ایڈریس سمجھا دیا تھا۔ وہ کال بند کرتے ہی کمرے کی طرف بھاگی تھی بیگ اور چادر لے کر وہ باہر آئی تو وہاں روشی اور صبوحی بھی جانے کو تیار تھیں شاید ولید بھی مصطفیٰ سے بات کر چکا تھا سو اب سب کو علم ہو چکا تھا۔
وہ چاروں ولید کے ہمراہ ہی اسپتال آئی تھیں ولید بہت خاموش تھا جبکہ انا گم صم مصطفیٰ سے مل کر سلام دعا کر کے کمرے کی طرف بڑھی تھیں بھی اور دیگر لوگ کمرے سے نکلتی تابندہ بی کو دیکھ کر صبوحی بیگم کا پورا وجود ہل گیا تھا۔
''افشاں بھابی......''

(ان شاءاللہ باقی آئندہ ماہ)

